بنیادی خرابی

علم کی فراوانی اور ذرائع علم کی کثرت کے باوجود آج کا مسلمان غلط عقائد ونظریات میں پھنسا نظر آتا ہے۔ گزشتہ انبیاء ورسل کی بعثت کا بنیادی مقصد توحید کا پرچار اور شرک کی بیخ کنی ہمارے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی دیا گیا۔ آپ ﷺ تمام عمر اپنی اس ذمہ داری کو بحسن وخوبی ادا فرماتے رہے اور مسلمانوں کو توحید کی مضبوط بنیاد مہیا کر گئے۔ مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ اور اغیار کی ریشہ دوانیوں اور دسیسہ کاریوں کی بدولت بعد کے مسلمانوں کے عقیدے کی بنیاد میں دڑاڑیں پڑ گئیں۔ مسلمان، جو علم توحید بلند کیے اقوام عالم پر چھا گئے تھے اور عزت وتوقیر جن کا مقدر ٹھہری تھی، آہستہ آہستہ قعر مذلت سے قریب تر ہوتے گئے۔ آج کا مسلمان بھی اسی علت دل گداز کا شکار ہے اور اقوام عالم کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہے۔ اگر ہم عظمت رفتہ کا حصول چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی اسی بنیاد کو مضبوط کرنا ہوگا جس نے ہمارے اسلاف کو عزت ووقار کی بلندیوں پر پہنچایا تھا۔

اللہ کی رسی

اعتصام بحبل اللہ:

﴿وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا﴾[آلِ عمران : ۱۰۳]

''اللہ کی رسی سے جمع ہو کر ایک ساتھ چنگل مارو اور آپس میں تفرقہ نہ ہونے دو۔''

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ وَ مَا وَصَّیْنَا بِهٖۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِیْسٰۤى اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ﴾[الشوریٰ : ۱۳]

''تم پر بھی اللہ نے وہ دین واجب کیا، جس کی وصیت اس نے نوح کو کی تھی، جس کی ہم نے آپ کو وحی کی اور جس کی ہم نے ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ کو وصیت کی تھی۔ وہ یہ ہے کہ دین کو جوں کا توں قائم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ ہونے دو۔''

حبل اللہ کیا ہے؟

تمام وہ فرائض وواجبات اخلاقی جنھیں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے ذریعے عالمگیر طور پر قائم کرنا امت اسلامیہ کا مشن ہے، وہ سب حبل اللہ کا مرکزی حصہ ہیں۔ پھر تمام وہ فرائض وواجبات کہ جن کا وجوب قرآن وسنت سے ثابت ہے اور جن پر رسول اللہ ﷺ نے اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی عمل کیا اور اس کا ریکارڈ تا قیامت اللہ نے محفوظ بھی کر دیا۔ یہ سب مجموعہ حبل اللہ ہے۔ اور ان سے ہر آن تمسک رکھنا اور اسباب تفرقہ سے بچنے رہنا وحدتِ دین وامت کی کل کائنات ہے اور یہ سب فرائض وواجبات آیات وبینات ہیں، جن میں کوئی سریت وخفا نہیں ہے۔ دین خاتم الانبیاء دین بینات ودین محکمات ہے وہ اس درجہ واضح اور عام فہم ہے کہ بلالِ حبشی وافلاطونِ الٰہی دونوں اس کو سمجھ سکتے ہیں اور دونوں ایک طبعی یسر کے ساتھ اس پر عمل کر سکتے ہیں۔ صرف اسی اظہار وتبیان وہدایت کے باعث دین اسلام ساری دنیا کی ساری انسانی مخلوق کے لیے اللہ پاک کی آخری حجت ہے اور وہ ان کی فلاح دارین کا کفیل ہے۔ اس دین کو ان اسرار ورموز سے کوئی تعلق نہیں ہے جنھیں اس دین کی طرف منسوب کرتے ہوئے جمہور امت کو فرائض وواجبات دین سے بیگانہ کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا اُس سارے مخمصے سے امت کو آزاد کرتے ہوئے فرائض وواجبات سے مربوط کرنا ہوگا۔ اللہ پاک دنیا بھر کے سارے مجاہدین دین کو تطہیر معاشرے کے اس پہلو کی طرف متوجہ کرے۔

انفرادی مرکزیت وعقیدت کے بجائے ﴿امرهم شورىٰ بينهم﴾ کا احیاء جہاں قیصر وکسریٰ کی جانشین رئیس زادگیوں کو ختم کرنے والا ہوگا، وہیں وہ بت پرستانہ شخصیت پرستیوں اور محض سفارشی قسم کے کاروباری دین کی بساط کو الٹ کر ایمان وعمل صالح اور تواصی بالحق وتواصی بالصبر کے دین حق کو بھی پھر سے قائم وثابت کرنے والا ہوگا اور ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ﴾[الحجرات : ۱۰] کے رشتے کو بھی عالمگیر کرنے والا ہوگا۔ یہ اخوت مومنانہ، جس میں تمام انبیاء بھی شامل ہیں، اس کے سوا اور کیا ہے کہ وہ مسلمہ فرائض حیات کے اجتماعی تمسک کا دوسرا نام ہے۔ ﴿وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا﴾[آلِ عمران : ۱۰۳] ''اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، مگر تم اس کے انعام کے باعث بھائی بھائی بن گئے۔'' یہ انعام کیا تھا؟ وہ اجتماعی ''اعتصام بحبل اللہ'' ہی تو تھا۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا

بانی: مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

سرپرست: مولانا ابوبکر صدیق السلفی

مسلک اہلحدیث کا داعی و ترجمان

ہفت روزہ

الاعتصام

لاہور

یکے از مطبوعات دار الدعوۃ السلفیۃ

02 ربیع الاوّل 1433ھ جمعۃ المبارک 27 جنوری تا 02 فروری 2012ء

شمارہ 04 جلد 64

بدل اشتراک

فی پرچہ	:	-/12 روپے
سالانہ	:	-/500 روپے
بیرونی ممالک سے	:	-/200 ریال -/60 ڈالر امریکی

خط کتابت کے لیے	:	ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر	:	ABL 2466-4 بلال گنج برانچ لاہور
فون نمبر	:	042-3735 4406
فیکس نمبر	:	042-37229802
رجسٹرڈ نمبر	:	CPL : 12

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

اداریہ

پھسلن

حافظ احمد شاکر

پاکستان بننا چاہیے تھا یا نہیں؟ یہ اس وقت تک کی بات تھی جب تک یہ وجود میں نہیں آیا تھا۔ اب جب بن چکا ہے تو اب اس کو قائم رہنا چاہیے خوددار اور خود مختار مملکت کے طور پر اس کو نہ صرف قائم رہنا چاہیے بلکہ ترقی کی راہوں پر اس کو اپنی تیز گامی تاریخ میں ثبت کر دینی چاہیے۔ اب ہر پاکستانی پر اس کی حفاظت، اس کا دفاع اور اس کے لیے قربانی فرض اور واجب ہے بلکہ اس کی حفاظت اور دفاع کو ایمان کا حصہ بھی اگر کہہ دیا جائے تو یہ غلط نہ ہوگا۔ ہمارے دین نے ہمیں بغض و حسد سے منع فرما کر جہاں غیر مسلموں سے اچھے برتاؤ، پڑوسی ممالک سے حسن سلوک اور غیر مسلم حکومتوں سے ایفائے عہد کا سبق دیا ہے وہاں ہمیں دینی غیرت و حمیت بیدار رکھنے کی ترغیب و تلقین بلکہ حکم بھی فرمایا ہے جس کا پہلا بلکہ آخری...... بھی...... سبق حکماً یہ ارشاد فرمایا کہ غیر مسلموں کو دوست اور راز دان مت بناؤ، اور فرمایا کہ ایک بات کا دھیان رکھنا کہ یہ......یعنی کافر و مشرک......صرف یہ چاہتے ہیں کہ تم......یعنی مسلمان......اپنا دین اسلام چھوڑ دو۔ یعنی کسی بھی صورت دین پر مصالحت (کمپرومائز) نہ کی جائے اور نہ ہی کافروں پر اعتماد۔

ہندوستان پر مسلمانوں کا ہزار سالہ دور حکم رانی تاریخ عالم کا حصہ ہے۔ اپنے دور حکومت میں مسلمانوں کا غیر مسلمانوں سے سلوک ورویہ اور برتاؤ تاریخ میں درج ہے ان مسلمان حکم رانوں میں جب اسلامی خصائل پر حکم رانی کے رذائل غالب آنے لگے اور ان حکم رانوں کی ناشکریاں بداعمالیوں کا روپ دھانے لگیں نیز ان کو اپنے انداز حکم رانی کی عیش میں نہ یاد خدا رہی اور نہ طیش میں خوف خدا رہا تو پھر ان کو ''شامت اعمال ما بہ صورت نادر گرفت'' کہنا پڑا تو اس موقع پر صلیب ساحل بندر پر تاجروں کے روپ میں لنگر انداز ہوا اور اس نے عاقبت نا اندیش حکم رانوں کے اللّوں تللّوں کو نہ صرف جاری رہنے دیا بلکہ حکم رانوں کو قرض دے دے کر ان کی غیر اسلامی ہی نہیں غیر اخلاقی عادات کی نمو اس طرح کی کہ حکم ران عالم مدہوشی میں حکومت ہند کے اثاثے ہی ان کو بیچنے لگ گئے تا آنکہ آگ لینے والی گھر کی مالکن بن گئی یعنی صلیبی استبداد مسلمان حکم رانوں کو معزول کر کے تخت بند پر خود قابض ہو گیا اور ہزار سالہ حکمران بدیشی آقاؤں کے غلام بن گئے، قیدی ہو گئے اور ان کو کوئے یار میں دفن کے لیے دو گز زمین بھی نصیب نہ ہوئی۔

کہا جاتا ہے کہ وطن عزیز ایک نظریاتی مملکت ہے۔ تقریباً نصف صدی قبل کسی پراسرار مذہبی مفادات کی خاطر مشرقی پنجاب کے آبادکاروں کے ایک خاص طبقے کی خوشنودی کی خاطر ایک مخصوص قوم سے دوستی کا ڈول ڈالا گیا تھا لیکن بھانڈا بیچ چوراہے کے پھوٹ جانے سے وہ بیل منڈھے نہ چڑھ سکی۔ پھر ایک فوجی حاکم نے جنگی حکمت عملی کے تحت اسی خطے کی ایک مخصوص قوم سے تجدید محبت کے ذریعے دشمن سے نپٹنے کا ارادہ کیا لیکن ایک سول جمہوری حکومت نے سیاسی و خاندانی بغض کی بنا پر ان ساری کاوشوں پر پانی پھیر دیا۔ اس کے بعد پاکستان کی خالق جماعت کے دور حکومت میں اس کے تاجر حکم ران نے اپنی تجارت بڑھانے کی خاطر نص قرآنی ''تم ان......کفار......کی طرف محبت کے ڈول ڈالتے ہو جبکہ وہ تمہارے پاس آئے ہوئے حق......اسلام......کا انکار کرتے ہیں'' کی صریح نافرمانی کرتے ہوئے معانقوں جھپوں اور پھولوں سے برہمن لیڈر کا استقبال کر کے نہ جانے نظریاتی مملکت کے نظریے کو تاراج کیا یا شاداب، ہاں البتہ ان کی تجارت کو چار چاند خوب لگے۔ بعدازاں ایک سگ بدست آمر نے مغربی عشوہ طراز کے ایک ہی شارہ ابرو پر ہی ڈھیر ہو کر جو جنم بھومی کے درشن کے نام پر، کوچہ رقیب میں سر کے بل بھی چلا گیا لیکن ہماری اس کی ہر قسم کی کمال نے نوازی برہمن کی بے نیازی کو متوجہ نہ کر سکی بالآخر ہماری تمنا بے تاب اپنی موت آپ ہی مر گئی۔

موجودہ حکم ران چونکہ پالیسیوں کے لحاظ سے نامشرف دور حکومت ہی کا بقایا جات ہیں اس لیے اس نے بھارت سے درپردہ BACK DOOR سلسلہ جنبانی اور نامہ و پیام جاری رکھا ہوا ہے۔ بنیا یہ چاہتا ہے کہ اس کی تجارت بڑھتی اور چلتی رہے باقی معاملات کو وہ اونچ نیچ سے ٹرخاتا اور ہم کو بہلاتا

رہے پاکستان کو وہ اپنی مارکیٹ بنانا چاہتا ہے کیوں کہ گذشتہ صدی کی آخری دہائی میں چینی، سریا، سیمنٹ، ٹماٹر، پیاز، لہسن ادرک وغیرہ بیچنے کا کامیاب تجربہ کر چکا اور نفع کما چکا تھا۔اس نے یہ ادراک کر لیا تھا کہ پاکستانی حکمران ذاتی مفادات کی خاطر کہاں تک جاسکتے ہیں وہ ایک عرصے سے خود یعنی بھارت......کو تجارت کے لیے پسندیدہ ترین ملک قرار دلوانے کا راستہ ہموار کر رہا تھا کہ وہ ماضی میں پاکستان میں موجودہ برسر اقتدار سیاسی جماعت ہی کے تعاون سے اپنے وطن کے بعض اہم بحرانوں سے نپٹ چکا تھا۔اب بیک ڈور پالیسی سے اس نے خود...... بھارت......کو تجارت کے لیے پسندیدہ ترین ملک مقتدر پارٹی سے تسلیم کرالیا ہے۔

پچھلے دنوں انہی صفحات میں عرض کیا گیا تھا کہ جنرل ایوب خاں مرحوم نے پاکستان کو صنعتی مرکز بنانے کے لیے جو روڈ میپ یعنی حکمت عملی تیار کی تھی عالمی ماہرین معیشت نے ۶۵ کے بعد اس کو نشانے پہ رکھ کر صنعت کی تباہی کا جو منصوبہ بنایا تھا وہ اب تقریباً مکمل ہونے کو ہے اور بھارت سے تجارت اسی عالمی منصوبے کا حصہ ہے کہ وطن عزیز کی صنعت مفلوج کرنے کے لیے بجلی اور گیس کی لوڈشیڈنگ ہی ایسا خوف ناک اژدہا ہے کہ جس کا ڈسا پانی بھی نہیں مانگتا لوڈشیڈنگ سے ہماری زراعت کا ستیاناس بھی اس حد تک کر دیا گیا ہے کہ اب ہم ٹماٹر، لہسن اور ادرک تک بھی بھارت کا کھانے پر مجبور ہو چکے ہیں۔عالمی طاغوت کا یہی منصوبہ تھا جو ہمارے حکمرانوں کی بے حسی اور ذاتی مفادات کی خاطر کامیاب ہو رہا ہے کہ سرزمین پاکستان بھارتی مصنوعات کی منڈی بن جائے۔

شکست روس کے بعد ''جو مسلمانوں کے جذبۂ جہاد کی برکت سے وقوع پذیر ہوئی، صلیب کا بغضِ مسلم کینے سے پر سینے سے پالیسیوں کے ذریعے چھلک کر باہر آگیا، اس نے صرف اپنے بے کار اسلحہ کی فروخت کے لیے بے مقصد سوڈان پر حملہ کیا، عراق کویت جنگ شروع کروائی، پھر عراق پر یلغار کردی، افغانستان پر میزائل برسائے ان اقدامات سے اس کی مقصد برآری نہ ہوسکی کہ اس کا اصل ہدف تو پاکستان تھا اور ستم بالاستم یہ ہوا کہ اس وقت کے منتخب جمہوری حکومت کے وزیر اعظم نے آقا کی حکم عدولی کرتے ہوئے ایٹمی دھماکہ بھی کر ڈالا تھا جو اس کے لیے ناقابل برداشت تھا اس وقت پاکستان میں اس کو مطلوب کارندہ جب دستیاب ہو گیا تو اس نے ایک سول جمہوری حکومت کا تختہ الٹ دیا اور فوراً ۹/۱۱ کا ڈرامہ سٹیج کر کے افغانستان پر شب خون یوں مارا کہ بے گناہوں کے کشتوں کے پشتے لگ گئے کیوں کہ اس کے حاشیہ خیال کے کسی گوشہ میں اسلامی ملاک کا جو موہوم خوف چھپا ہوا تھا اس نے بزعم خود اس کے لیے اس ڈرامے کو ضروری جانا اس موقع پر اس کے کارندے نے حق نمک خواری ادا کرتے ہوئے ایک ہی ٹیلیفون کال پر آقا کے سارے کے سارے مطالبے تسلیم کر کے آقا کو بھی ششدر کر دیا اور نتیجۃً امریکہ کی صلیبی جنگ میں پاکستان نے اس کی پشتیبانی کا بیڑہ اٹھالیا اس دن سے وطن عزیز ابتلاؤں، آزمائشوں، میزائل داغے جانے، آفتوں، ہلاکتوں، بم حملوں، خودکش دھماکوں اور ڈرون حملوں کی یورش میں ایسا گھرا کہ اب تک ہزاروں جانوں کا خراج لینے کے بعد ھل من مزید کا امریکی تقاضا ختم ہونے میں نہیں آرہا تھا کہ اس نے مہمند میں پاک فوج کی نگران چوکی کو نشانہ بنا کر ۲۸ افراد کو شہادت سے سرفراز کر دیا اس کے بعد عساکر پاکستان انگڑائی لیکر اس کے سامنے سینہ تان کر کھڑی ہو گئیں اس وقت تو پاکستانی حکومت نے بھی ملکی سلامتی اور عوامی غیض و غضب سے بچنے کے لیے افغانستان میں امریکی فوجیوں کی سپلائی لائن معطل کردی، اس سے اپنی فضائی اڈے بھی خالی کرالیے اور طویل عرصے کے بعد امریکہ سے غیر معذرت خواہانہ رویہ بھی اپنالیا تو اس نے پاکستان کے ساتھ رویے پر سوچ و بچار شروع کردی، حکومت پاکستان شروع میں تو فوج کے ساتھ ڈٹ جانے اور اس کے ساتھ ہم آہنگ ہونے کا تاثر دیتی رہی لیکن اب معلوم یہ ہو رہا ہے کہ مفادات کی شدت جذبات کی حدت کو متاثر کرنے لگی ہے، اس لیے محبّ وطن افراد اور جماعتوں نے دفاع پاکستان کونسل تشکیل دے کر دینی جذبات، عوامی احساسات اور ملکی مفادات کو شہر شہر پہنچانے کے لیے دفاع پاکستان کانفرنسوں کا اہتمام کیا ہے جو بروقت بہت بہتر بلکہ بابرکت قدم ہے اہل پاکستان سے اپیل ہے کہ وہ ان کانفرنسوں میں شرکت کر کے ہر ممکن طریقے سے ان کو کامیاب بنائیں اور دفاع پاکستان کونسل کے قائدین سے درخواست ہے کہ جو جذبہ اور مشن وہ لیکر اٹھے ہیں اس کو کامیاب کریں کہ ان راستوں میں پھسلن بہت ہوتی ہے۔

درس قرآن

قسط نمبر ۷

تفسیر سورۂ یٰسٓ

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

ایک اشکال کا جواب:

یہاں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے منکر تھے۔ اس کے ثبوت کے لیے تو دلیل چاہیے تھی، قسم پیش کرنے میں کیا حکمت ہے؟

امام رازی فرماتے ہیں: قسم اس لیے کہ کفارِ عرب اس حقیقت کو تسلیم کرتے تھے کہ جھوٹی قسم جہان کی بربادی کا باعث ہے۔ اور وہ یہ بھی کہتے تھے کہ ہمارے معبودوں کی مخالفت کا وبال محمد ﷺ کو پہنچے گا۔ رسول اللہ ﷺ اللہ کے حکم سے قسماً باتیں بتلاتے اور قسماً قرآن کے نزول کا ذکر فرماتے۔ آپ ﷺ کو معبودانِ باطلہ کا وبال کیا پہنچنا تھا، آپ ﷺ کی زندگی میں ہر روز آپ ﷺ کی رفعت و سربلندی میں اضافہ ہی ہو رہا تھا۔ یہ چیز اس حقیقت کی غماز تھی کہ آپ ﷺ جھوٹے نہیں، اللہ کے سچے رسول ہیں۔

اسی طرح قسم کی وہاں ضرورت ہوتی ہے جہاں دو فریق مناظرہ کرنے اور جھگڑنے والے ہوں تو ان میں سے ایک دوسرے پر غالب آجائے تو دوسرا کہتا ہے کہ تم محض جھگڑالو ہونے کے ناطے غلبہ پا رہے ہو، ورنہ اپنی دلیل کی کمزوری کا تمھیں بھی احساس ہے، اور یہ بھی جانتے ہو کہ نفس الامر میں حقیقت یوں نہیں جیسے تم کہہ رہے ہو۔ ایسی صورت مناظروں میں پیش آتی رہتی ہے کہ غلبہ پانے والا کوئی دلیل دے تو مغلوب اس کے بارے میں بھی وہی کچھ کہہ سکتا ہے جو پہلی دلیل کے بارے میں کہا ہے۔ ایسی صورت میں قسم کے بغیر چارۂ کار نہیں ہوتا تو وہ کہتا ہے: اللہ کی قسم، میں جھگڑالو نہیں اور نہ ہی ضد کی کوئی بات ہے۔ حقیقت اسی طرح ہے جس طرح میں نے بیان کی ہے۔ اگر اس کے خلاف ثابت ہو جائے تو اپنے موقف سے رجوع کرلوں گا۔ یوں قسم سے معاملہ حل ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے جب دلائل و براہین پیش کیے تو کفار نے یہی کہا کہ یہ تو جادو ہے اور یہ تمھیں تمھارے آباء و اجداد کے طریقے سے ہٹانا چاہتا ہے:

﴿مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ﴾ [سباء: ۴۳]

جب دلائل کے جواب میں انھوں نے یہ کج روی اختیار کی تو قسم کی صورت متعین ہوگئی۔

ایک تیسرا جواب یہ بھی دیا ہے کہ یہ محض قسم نہیں بلکہ بہ ظاہر یہ قسم ہے مگر حقیقتاً دلیل ہے کیونکہ قرآن معجزہ ہے اور رسول ہونے کی یہی دلیل معجزہ ہے۔ (التفسیر الکبیر، ملخصا)

بلکہ قرآن کی صفت حکیم دلیل ہے کہ یہ پرحکمت کتاب جس میں تہذیب و تمدن، معاش و معاد، اصلاح احوال اور ایسے ایسے قواعد و اصول بیان ہوئے ہیں جن کا کوئی بدل نہیں، اس لیے یہ قسم بھی ہے اور دلیل و شہادت بھی ہے کہ آپ ﷺ رسولوں میں سے ہیں۔

کفارِ مکہ کہتے تھے:

﴿لَسْتَ مُرْسَلًا﴾ [الرعد: ۴۳]

''آپ رسول نہیں ہیں۔''

انھیں اس پر بڑا تعجب تھا کہ ہم میں سے ایک رسول آیا ہے جو ہماری طرح بازاروں میں چلتا پھرتا اور ہماری طرح کھاتا پیتا ہے۔ ان کے اسی تمرد کے جواب میں فرمایا گیا ہے کہ حکمت بھرے قرآن کی قسم، آپ ﷺ یقیناً رسولوں میں سے ہیں، سورۂ ق میں فرمایا ہے:

﴿قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ o بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَ ھُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْھُمْ فَقَالَ الْکٰفِرُوْنَ ھٰذَا شَیْءٌ عَجِیْبٌo ﴾ [ق : ۱،۲]

’’ق، قسم ہے قرآن کی جو بہت بڑی شان والا ہے۔ بلکہ انھوں نے تعجب کیا کہ ان کے پاس انھی میں سے ایک ڈرانے والا آیا، کافروں نے کہا: یہ ایک عجیب چیز ہے۔‘‘

یہاں مقسم علیہ محذوف ہے۔ سورۂ یٰسٓ سے ہی وضاحت ہو جاتی ہے کہ یہاں مقسم علیہ رسول اللہ ﷺ ہیں کیونکہ ”القرآن یفسر بعضه بعضا . “ (قرآن کا بعض بعض کی تفسیر کرتا ہے۔)

قرآنِ مجید ہی میں اس حقیقت کا اظہار ایک اور اسلوب میں بھی ہے، چنانچہ فرمایا:

﴿تِلْکَ اٰیٰتُ اللّٰہِ نَتْلُوْھَا عَلَیْکَ بِالْحَقِّ وَ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ﴾ [البقرۃ: ۲۵۲]

’’یہ اللہ کی آیات ہیں، ہم انھیں حق کے ساتھ تجھ پر پڑھتے ہیں اور بلاشبہ تُو یقیناً رسولوں میں سے ہے۔‘‘

یہاں ﴿اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ﴾ ’’آپ اللہ کے رسول ہیں۔‘‘ نہیں فرمایا بلکہ فرمایا ہے:

﴿اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ﴾

’’آپ رسولوں میں سے ہیں۔‘‘

جیسے پہلے اللہ کے رسول ہو گزرے ہیں اور ان کی نبوت و رسالت کو تسلیم کیا گیا ہے، انھی کی مانند آپ ﷺ بھی اللہ کے رسول ہیں۔ حضرت ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، یوسف، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کے رسول ہونے سے انکار نہیں تو آپ ﷺ بھی انھی کی مانند رسول ہیں، آپ ﷺ کا انکار کیوں ہے؟ جیسے ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاھِدًا عَلَیْکُمْ کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا﴾ [المزمل: ۱۵]

’’بلاشبہ ہم نے تمھاری طرف ایک پیغام پہنچانے والا بھیجا جو تم پر گواہی دینے والا ہے جس طرح ہم نے فرعون کی طرف ایک پیغام پہنچانے والا بھیجا۔‘‘

جس طرح فرعون کی طرف رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے اسی طرح محمد رسول اللہ ﷺ تمھاری طرف، یعنی اہل مکہ کی طرف رسول ہیں۔



درسِ حدیث

توفیق الباری

"الادب المفرد" للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ
تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیوکرول شالامار باغ۔لاہور)

باب: كيف يجيب إذا قيل له: كيف أصبحت؟

جب پوچھا جائے: آپ نے صبح کس حال میں کی تو کیا جواب دے؟

١١٦٦ . عن جابر بن عبد الله، قيل للنبي ﷺ: كيف أصبحت؟ قال: ((بخير من قوم لم يشهدوا جنازة ولم يعودوا مريضا.))

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا: آپ ﷺ نے صبح کیسے کی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ان لوگوں سے بہتر جنھوں نے نہ جنازے میں شرکت کی اور نہ مریض کی عیادت کی۔"

١١٦٧ . عن مهاجر - وهو الضائغ - قال: كنت أجلس إلى رجل من أصحاب النبى ﷺ ضخم من الحضر ميين، فكان إذا قيل له: كيف أصبحت؟ قال: لا نشرك بالله.

"حضرت مہاجر صائغ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ اصحاب محمد ﷺ میں سے ایک حضرمی صحابی، جو بھاری بدن کے تھے، میں ان کے پاس بیٹھا کرتا تھا۔ جب ان سے کہا جاتا: کیسی صبح کی تو کہتے تھے: الحمدللہ، ہم اللہ کا کسی کو شریک نہیں بناتے۔"

١١٦٨ . عن سيف بن وهب قال: قال لي أبو الطفيل: كم أتى عليك؟ قلت: أنا ابن ثلاث وثلاثين، قال: أفلا أحدثك بحديث سمعته من حذيفة بن اليمان؟ أن رجلا من محارب خصفة، يقال له: عمرو بن صليع، وكانت له صحبة، وكان بسني يومئذ وأنا بسنك اليوم، أتينا حذيفة في مسجد فقعدت في آخر القوم، فانطلق عمرو حتى قام بين يديه قال: كيف أصحبت ـ أو كيف أمسيت ـ يا عبد الله؟ قال: أحمد الله، قال: ما هذه الأحاديث التي تأتينا عنك؟ قال: وما بلغ عني يا عمرو؟ قال: أحاديث لم أسمعها قال: إني والله لو أحدثكم بما أسمع ما انتظرتم بي جنح هذا الليل، ولكن ـ يا عمرو بن صليع ـ إذا رأيت قيسا توالت بالشام فالحذر الحذر، فو الله لا تدع قيس عبدا لله مؤمنا إلا أخافته، أو قتلته، والله ليأتين عليهم زمان لا يمنعون منه ذنب تلعة قال: ما نصرك على قومك يرحمك الله؟ قال: ذالك إلي، ثم قعد.

"سیف بن وہب فرماتے ہیں کہ ابوطفیل نے مجھ سے پوچھا: تمھاری عمر کتنی ہے؟ میں نے عرض کی کہ ٣٣ سال کا ہوں، پھر انھوں نے کہا: کیا میں تجھے ایسی حدیث نہ سناؤں جس کو میں نے حضرت حذیفہ بن یمان سے سنا ہے! انھوں نے بیان کیا کہ ایک آدمی بنی محارب بنی نصفہ میں سے تھا جنھیں عمرو بن صلیع کہا جاتا تھا اور انھیں صحابیت کا شرف بھی حاصل تھا۔ ان کی عمر اس دن اتنی تھی جتنی آج میری عمر ہے

اور میری اتنی تھی جتنی آج تمھاری عمر ہے۔ ہم دونوں حضرت حذیفہ کے پاس آئے۔ وہ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ میں مجلس کے آخر میں بیٹھ گیا اور عمرو بن صلیع چل کر حذیفہ کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ ان سے حال دریافت کرتے ہوئے پوچھا: اے اللہ کے بندے! آپ کی صبح کیسی ہوئی یا آپ نے شام کیسے کی؟ انھوں نے کہا: "أحمد الله" "میں اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں۔" پھر عمرو بن صلیع نے کہا: یہ کیسی احادیث ہیں جو ہمیں آپ کی طرف سے پہنچی ہیں! حضرت حذیفہ نے فرمایا: وہ کیا احادیث ہیں جو تمھارے پاس آئی ہیں؟ انھوں نے کہا: ایسی احادیث ہیں جو میں نے اس سے پہلے نہیں سنیں۔ انھوں نے کہا: واللہ! اگر میں تم سے وہ احادیث بیان کروں جو میں نے سنی ہیں تو پھر تم رات شروع ہونے تک میرا انتظار نہ کرو گے لیکن اے عمرو بن صلیع! میں ایک بات تجھ سے بیان کر دیتا ہوں اور وہ یہ کہ جب تم دیکھو کہ قبیلہ بنی قیس والے ملک شام کے حاکم بن گئے تو پھر بچ کے رہنا، اللہ کی قسم! بنو قیس اللہ کے کسی مومن بندے کو نہیں چھوڑیں گے، وہ اسے ڈرائیں دھمکائیں گے یا اسے قتل کردیں گے۔ واللہ! میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ کوئی اونچی نیچی جگہ نہیں چھوڑیں گے جس پر قابض نہ ہوجائیں گے۔ عمرو بن صلیع نے کہا: اللہ آپ پر رحم کرے، آپ اپنی قوم کی کیا مدد کریں گے؟ فرمایا: وقت آنے پر ہوگا، پھر بیٹھ گئے۔"

باب: خير المجالس أوسعها

بہتر مجلس وہ ہے جو کشادہ ہو

١١٦٩ . عن عبد الرحمن بن أبي عمرة الأنصاري قال: أوذن أبو سعيد الخدري بجنازة قال فكأنه تخلف حتى أخذ القوم مجالسهم ثم جاء بعد، فلما رآه القوم تسرعوا عنه وقام بعضهم عنه ليجلس في مجلسه فقال: لا، إني سمعت رسول الله ﷺ يقول: ((خير المجالس أوسعها)) ثم تنحى فجلس في مجلس واسع .

عبدالرحمٰن بن ابی عمرو انصاری نے فرمایا کہ ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کو ایک جنازے کی اطلاع دی گئی۔ وہ پیچھے رہ گئے۔ لوگ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے، پھر بعد میں ابوسعید رضی اللہ عنہ وہاں تشریف لائے۔ لوگوں نے جو انھیں دیکھا تو جلدی کی اور بعض ان میں سے کھڑے ہوگئے تاکہ وہ اس جگہ پر بیٹھ جائیں۔ اس پر ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس جگہ پر نہیں بیٹھوں گا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ فرماتے تھے: "اچھی مجلس وہ ہوتی ہے جو کشادہ ہو۔" پھر کسی قدر ہٹ کر کشادہ جگہ پر بیٹھ گئے۔

باب: استقبال القبلة

قبلہ رخ ہوکر بیٹھنا

١١٧٠ . عن سفيان بن منقذ، عن أبيه قال: كان أكثر جلوس عبد الله بن عمر وهو مستقبل القبلة، فقرأ يزيد بن عبد الله بن قسيط سجدة بعد طلوع الشمس، فسجد وسجدوا، إلا عبد الله بن عمر، فلما طلعت الشمس حل عبد الله حبوته ثم سجد وقال: ألم تر سجدة أصحابك؟ إنهم سجدوا في غير حين صلاة .

"سفیان بن منقذ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی اکثر نشست قبلہ رخ ہوتی تھی۔ یزید بن عبداللہ بن قسیط نے طلوع شمس کے بعد آیت سجدہ تلاوت کی اور سجدہ کیا اور سب لوگوں نے سجدہ کیا مگر ابن عمر نے، جب سورج نکل آیا تو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی کمر کھولی، پھر سجدہ کیا اور کہا کہ تم نے اپنے ساتھیوں کو نہیں دیکھا انھوں نے اس وقت سجدہ کیا جب نماز کا وقت نہ تھا۔"

(۴)

جرعات

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ

مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ اپنے علم وفضل کے لحاظ سے ایک عالمی شخصیت تھے۔ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ سے ان کا بڑا محبانہ اور مخلصانہ تعلق تھا۔ مولانا ندوی رحمہ اللہ مولانا بھوجیانی رحمہ اللہ کی زندگی میں جب بھی پاکستان تشریف لاتے تے عموماً دونوں باہمی ملاقات کا اہتمام ضرور کرتے۔ مولانا ندوی رحمہ اللہ کی مصروفیات کے باعث عموماً لاہور میں ان کی قیام گاہ پر مولانا بھوجیانی رحمہ اللہ تشریف لے جایا کرتے تھے۔ مولانا بھوجیانی رحمہ اللہ کی بیماری کے دنوں مولانا ندوی رحمہ اللہ جب ایک مرتبہ پاکستان تشریف لائے تو مولانا بھوجیانی رحمہ اللہ کی بیمار پرسی کے لیے اپنے نیازمند اور پاکستان کے مشہور آئی سرجن ڈاکٹر منیر الحق کے ساتھ دارالدعوۃ السّلفیہ میں بھی تشریف لائے تھے۔
۱۹۵۷ء میں مولانا ندوی رحمہ اللہ جب پاکستان تشریف لائے اور لاہور میں بھی انھوں نے ورود مسعود فرمایا تو اس وقت جامعہ سلفیہ......جس کے پہلے تعلیمی سال میں تخصص کی جماعت دارالعلوم تقویۃ الاسلام لاہور میں شروع کی گئی تھی۔ تخصص کی اس جماعت کے اساتذہ اعیانِ وقت مولانا محمد داود غزنوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، مولانا محمد حنیف ندوی اور مولانا شریف سواتی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین تھے ...... کے طلباء نے مولانا ندوی رحمہ اللہ کے اعزاز میں عصرانے کا اہتمام کیا تھا۔ اداریہ ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ علماء واعیانِ مسلک اہل حدیث کس قدر وسیع الظرف اور فراخ دل ہوتے ہیں کہ وہ اختلاف نظر کو اعتراف علم وعظمت میں کبھی آڑے نہیں آنے دیتے۔ (احمد شاکر)

(۵)

پاک وہند کے مشہور عالم، جو اہل قلم ہونے کے ساتھ صاحب دل بھی ہیں، جناب مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب پچھلے دنوں لاہور تشریف لائے ہوئے تھے۔ طلبائے جامعہ سلفیہ لاہور نے آپ کو دعوتِ عصرانہ دی۔ جس میں مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کے محترم راہ نماؤں اور جمعیۃ اہل حدیث لاہور کے معزز اراکین نے بھی شرکت فرمائی۔

طلبائے جامعہ سلفیہ نے آپ کی خدمت میں سپاس نامہ پیش کیا جس میں مولانا موصوف کی علمی وتبلیغی خدمات کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے مرکزی جمعیت اہل حدیث اور اس کے شعبہ ہائے تنظیم وتبلیغ ...... اخبار الاعتصام، ادارہ اشاعۃ السنۃ، جامعہ سلفیہ...... کا اجمالی تعارف کرایا گیا۔

مولانا ابوالحسن علی صاحب نے سپاس نامہ کا جواب دیتے ہوئے مختصر مگر جامع اور پر مغز خطاب فرمایا جس میں اہل حدیث کے ساتھ اپنے خاندانی تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ جماعت اہل حدیث کو اپنی اس تحریک نشاۃ جدیدہ میں چار باتوں کی طرف خاص توجہ دینی چاہیے:

۱: سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کے ساتھ عشق صادق اور اس پر عمل میں شوق اور ولولہ، اس کے لیے دل میں سوز اور محبت، اس کی تبلیغ واشاعت، پھر اس کو برپا اور نافذ کرنے کے لیے وہ تڑپ پیدا کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے جو اس برصغیر میں اس جماعت کے اسلاف کرام، مولانا سیّد احمد شہید، مولانا محمد اسماعیل شہید، مولانا ولایت علی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ میں تھا۔

۲: ظاہر کے ساتھ باطن درست کرنے کی فکر کے لیے وہ راہ اختیار کی جائے جس پر ماضی قریب کے علمائے اہل حدیث گامزن تھے۔ مثال کے طور پر آپ نے مولانا عبداللہ غزنوی، مولانا عبدالجبار غزنوی کے اسمائے گرامی پیش کیے۔

۳: حدیث پاک کے خلاف جو مہم کراچی کے ادارہ طلوع اسلام اور لاہور کے بعض اداروں کی طرف سے (غالبًا اشارہ ادارہ ثقافت اسلامیہ کی طرف تھا) چلائی جارہی ہے اس کے اثرات کو زائل

کرنے کے لیے وسیع پیمانے پر علمی اور سنجیدہ قسم کا لٹریچر تیار کرایا جائے، جس کی حسن وخوب صورتی کے ساتھ اشاعت ہو۔

۴: ہمارے ہاں مدتوں سے جو نصابِ تعلیم جس انداز سے رواج پذیر ہے اس کی تقلیدی بندھوں سے بھی اہل حدیث کو آزاد ہونا چاہیے جب کہ تقلید جامد کے خلاف اہل حدیث نے کامیاب جہاد کیا ہے۔ اس سلسلے میں آپ نے عہد حاضر کے تقاضوں اور ندوہ کی تحریک اصلاح نصاب کی مساعی کا اجمالی ذکر کیا اور اہل حدیث کو بھی اصلاحِ نصاب میں اسی نہج پر چلنے کا مشورہ دیا۔

مولانا علی میاں کی تقریر کے بعد مرکزی جمعیت اہل حدیث کے صدر محترم حضرت مولانا سیّد محمد داود صاحب مدظلہ العالی نے ان قیمتی مشوروں کے لیے موصوف کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا:

''اصلاح نصاب کا مسئلہ پہلے ہی دن سے مرکزی جمعیت اہل حدیث کے سامنے ہے، اور گزشتہ سالوں میں اس سلسلے کا کچھ کام جمعیت اہل حدیث کر بھی چکی ہے اور مسلسل کر رہی ہے۔ ہم انتہائی کوشش کر رہے ہیں کہ نصاب کو مفید سے مفید تر بنایا جائے۔''

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صدر محترم کے ان ارشادات کی تھوڑی سی تشریح کر دی جائے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث نے اس سلسلے میں ایک کام تو یہ کیا ہے کہ حاملین تعلیم قدیم وجدید اور تعلیمی تجربہ نیز نصابی امور سے دلچسپی رکھنے والے اہل علم مثلاً خود صدر محترم مولانا غزنوی، مولانا محمد اسماعیل صاحب گوجرانوالہ، حضرت الاستاذ جناب مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی، استاذ محترم جناب مولانا عبدالجبار صاحب کھنڈیلوی، جناب مولانا محمد حنیف صاحب ندوی، جناب عبدالقیوم صاحب ایم اے پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور وغیرہم کی راہ نمائی میں عربی مدارس کی ابتدائی، ثانوی اور اعلیٰ جماعتوں کے لیے ایک نصاب مرتب کرایا۔ پھر دوسرا کام یہ کیا کہ مغربی پاکستان کے قریباً دس پندرہ مدارس عربیہ کے مہتمم اور مدرسین حضرات کے ایک اجلاس میں اسے پیش کیا تاکہ نصاب میں وحدت پیدا کی جاسکے۔

الحمدللہ کہ جماعت کے مدارس کی اکثریت نے جمعیت کی تجاویز کا خیر مقدم کیا اور اس کو اپنانے پر آمادگی ظاہر کی، چنانچہ ادھر چند سال سے وہی نصاب کلاًیا جزءً عام طور پر رائج ہے اور وحدت نصاب کی صورت پیدا کرنے کے رجحانات ترقی پذیر ہیں۔

اس سلسلے کی ایک کڑی یہ ہے کہ اس سال مرکزی جمعیت کی تحریک پر جماعت کے متعدد مدارس کی ثانوی اور اعلیٰ جماعتوں کے سالانہ امتحان یونیورسٹی کے طریقے پر ہو رہے ہیں۔

تیسرا کام جمعیت کا یہ ہے کہ اس نے مجوزہ نصاب کو کلیتاً رائج کرنے کے لیے ایک مرکزی درس گاہ ''الجامعۃ السّلفیۃ'' قائم کر دی جس کی تعلیمی ابتدا اس سال سے ہوگئی ہے۔ اکابر جماعت کا خیال ہے کہ شوال ۱۳۷۶ھ سے لائل پور میں مجوزہ نقشے کے مطابق اس کا مستقل وجود عمل میں لا کر باقاعدہ کام شروع کر دیا جائے۔

اگر بحوائے ''خير الأعمال ماديم عليه '' ٹھوس بنیادوں پر مسلسل محنت اور سعی پیہم کو کام میں لایا گیا تو امید غالب ہے کہ جماعت اہل حدیث کا یہ کارنامہ نہ صرف مفید اور اعلیٰ نتائج کا حامل ہوگا بلکہ قابل تقلید اور باعث رشک بھی۔

ہاں، اس امر کی طرف اکابر جمعیت کو توجہ دلانا شاید نامناسب نہ ہو کہ تعلیمی امور میں بھی قدامت کو جدت سے بدلنے اور عہد حاضر کے تقاضوں کے ساتھ چلنے میں یہ احتیاط ضروری ہے کہ عقائد وطرز زندگی میں سلف کی روش ہاتھ سے نہ جانے پائے۔ اگر جدت کے ساتھ خدانخواستہ ''تجدد'' بھی راہ پا گیا تو اس کے نتائج سخت خطرناک ہوں گے۔ اگر ہم ان سے بچنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے کوئی مضبوط عملی ضابطہ بنانا ہوگا تاکہ ہمارے مدارس تجدد میں غلو کی وبا سے محفوظ رہ سکیں۔ مولانا علی میاں کے دوسرے ارشادات کے متعلق ہم کسی دوسری صحبت میں شاید کچھ عرض کر سکیں گے۔

دعا ہے کہ حق تعالیٰ ہم سب کو اخلاص کی نعمت سے بہرہ ور فرمائے اور توفیق خاص سے نوازے۔ وھو الموفق ونعم المعین۔

(رحیق: ج:۱، ش:۶۔ مارچ ۱۹۵۷ء)

تحقیق وتنقید

قسط نمبر ①

جشن عید میلاد ...... کتاب وسنت کی روشنی میں

مفتی عبیداللہ خان عفیف حفظہ اللہ

سوال: ۱۲؍ربیع الاوّل کے دن محبت رسول ﷺ کے عنوان پر مختلف محافل کا انعقاد کیا جاتا ہے، جس میں لوگ طرح طرح کے عمل کرتے نظر آتے ہیں۔ اس حوالے سے چند جواب طلب باتیں ذہن میں پیدا ہوتی ہیں:

۱: محبت رسول ﷺ کے تقاضے کیا ہیں؟

۲: حکومت اور عوام الناس کا یوں جشن منانا کیا مسنون اور ماثور عمل ہے؟

۳: کیا عہد رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام، عہد خلفاء راشدین وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم، سلف صالحین، ائمہ اربعہ اور فقہاء محدثین رحمہم اللہ نے بھی نام نہاد عید میلاد کا کوئی اہتمام فرمایا تھا یا اس کا حکم دیا تھا؟

۴: اسلام میں کتنی عیدیں ہیں؟ ۱۲؍ربیع الاوّل کے مروّجہ جشن کو عید میلاد النبی کہنا جائز ہے؟

۵: ۱۲؍ربیع الاوّل کو عید میلاد منانے کا یہ طریقہ کب شروع ہوا اور اس کی طرح ڈالنے والے کون اور کیسے لوگ تھے؟

۶: ایسے جلوس اور جشن کے بارے میں اکابر علماء احناف نے بھی کچھ فرمایا ہے؟

۷: محفل میلاد میں شرکت کرنے والے اچانک کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اس کے متعلق بھی علماء احناف نے کچھ فرمایا ہے؟

امید ہے کہ آپ اوّلین فرصت میں میری راہنمائی فرمائیں گی۔

(سائل: محمد خان نجیب شہید، ساکن گرھی گوزل، ضلع سیالکوٹ)

الجواب بعون الوهاب الأحد الصمد الذي لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا أحد، والصلوٰة والسلام على أشرف الأنبيآء محمد الذي فرض اتباعه على جميع المسلمين إلى يوم الدين، والعاقبة للمتقين ولا عدوان إلا على الظالمين المبتدعين، أما بعد!

محبت کا شرعی معیار:

حضرت محمد ﷺ کی سچی محبت، عقیدت اور سچی تعظیم کا معیار اور اس کے اظہار کا شرعی طریقہ صرف اور صرف یہ ہے کہ ہم اپنے ظاہر اور باطن میں اور اپنی زندگی کے ہر موڑ پر رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی بجا لائیں۔ آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلیں۔ آپ ﷺ کے ہر حکم کی اطاعت کریں۔ آپ ﷺ کی سنتوں کا اِحیاء کریں۔ آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت بیضاء کا نفاذ کریں۔ آپ ﷺ کے پیغام واجب التدام کے فروغ کے لیے حتی المقدور کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں۔ توحید خالص کی ترویج اور سنت کی حمایت واشاعت میں کفر وشرک اور الحاد وبدعت کی طاغوتی طاقتوں کے خلاف صف آراء ہوجائیں، نہ کہ احداث فی الدین اور بدعت کا ارتکاب کرتے پھریں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾ [الأعراف: ۳]

''جو کچھ تمھارے رب کی طرف سے تم پر اُترا ہے اس پر چلو اور اس کے سوا اور دوستوں کی چال نہ چلو، تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔'' (ترجمہ شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ)

نیکی، بدی، حلال وحرام اور جائز وناجائز کی نشاندہی کے بارے رسول اللہ ﷺ کے منصب رفیع کی تصریح کرتے ہوئے ربّ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ

الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ [الأعراف: ۱۵۷]

''وہ رسول ﷺ ان کو معروف کا حکم دیتا ہے اور منکر سے روکتا ہے اور ان کے لیے پاک چیزوں کو حلال کرتا ہے اور ان پر ناپاک چیزوں کو حرام کرتا ہے۔ اور ان پر پڑے ہوئے وہ بوجھ اتارتا ہے جو ان پر چڑھے ہوئے تھے، پس جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اس (رسول ﷺ) کی عزت اور توقیر کی اور اس کی امداد کی اور جو اس نور اس کے ساتھ اتارا گیا، اس کی تابعداری کی، ایسے لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔''

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ [الحشر: ۷]

''جو کچھ رسول تمھیں دے اسے لے لو اور جس سے روک دے اس سے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔''

ان آیاتِ کریمہ سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات اور دستور زندگی ہے اور ساتھ یہ بھی نیم روز کی طرح ظاہر ہو چکا ہے کہ حلال وحرام کا تعین، طیب اور خبیث کی نشان دہی، مباح اور غیر مباح کی تشریح، خیر وشر کی تفسیر، نیکی اور بدی کی حد بندی، عزائم اور قربِ الٰہی کے وسائل کا بیان، ثواب وعذاب سے متعلق توضیح، محبت رسول ﷺ اور آپ ﷺ کی تعظیم کے خط وخال کی تعیین وغیرہ صرف اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہی کا خاصہ ہے۔

یہ بات ہم سب جانتے ہیں کہ ہماری شریعت مکمل ہوئے چودہ سو بیس برس گزر چکے ہیں۔ اور جب شریعت ہر لحاظ کامل اور مکمل، محفوظ اور موجود ہے تو بتائیے اور انصاف سے بتائیے کہ اب کوئی بڑے سے بڑا امتی محبت رسول ﷺ اور ان کی تعظیم کے نام پر کسی بدعت کی ترویج کا مجاز ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ یہ کسی بدعت کی ایجاد دین میں اضافے کا دوسرا نام ہے، بالفاظ دیگر دراصل دین وشریعت کا کون کرنا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی سچی محبت اور کھری کھری تعظیم کا تقاضا صرف یہ ہے کہ آپ ﷺ کی تمام سنتوں کی غیر مشروط پیروی کی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾

[آلِ عمران: ۳۱]

''تو (اے رسول اللہ ﷺ!) کہہ دے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے گناہ معاف فرما دے گا۔ اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔''

﴿قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ﴾ [آلِ عمران: ۳۲]

''آپ کہہ دیں: اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو، پھر اگر وہ (اس سے) منہ پھیر لیں تو کافر اللہ کو نہیں بھاتے۔''

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِیْرًا﴾

[الأحزاب: ۲۱]

''اے مسلمانو! تم کو رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنی ان لوگوں کے لیے اچھی ہے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت سے ڈرتے اور اللہ تعالیٰ کو بہ کثرت یاد کرتے ہیں۔''

اسوۂ حسنہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کا دوسرا نام ہے جیسا کہ فرمایا:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ [الحشر: ۷]

''جو کچھ رسول تم کو دے دے اسے لے لو اور جس سے منع کرے اس سے رک جاؤ، اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ سخت

عذاب والا ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی بیان کردہ حدیث میں ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ((لا يؤمن احدكم حتى يكون هواه تبعا لما جئت به.)) (رواه البغوي في شرح السنة وقال النووي في أربعينه: هذا حديث صحيح رويناه في كتاب الحجة بإسناد صحيح. مشكوٰة المصابيح: ۱/ ۳۰)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنی ہر ایک خواہش میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ کردے۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من أحب سنتي فقد أحبني، ومن أحبني كان معي في الجنة.)) (رواه الترمذي، مشكوٰة المصابيح: ۱/ ۳۰)

''جو شخص میری سنت سے محبت رکھتا ہے وہ دراصل مجھ سے محبت رکھتا ہے اور جو مجھ سے محبت رکھے وہ میرے ساتھ جنت میں داخل ہوگا۔''

ان آیات سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی آپ ﷺ کی محبت کا دوسرا نام ہے اور محبت رسول ﷺ پیروی رسول ﷺ کا نقش ثانی ہے۔ دوسرے اسلوب میں ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ محبت رسول ﷺ کے اظہار کے سلسلے میں وہی انداز نیکی اور وہی کاوش مسنون عمل ہوگی جس کی سند شریعت میں موجود ہو۔ اور ہر وہ کاوش اور ہر وہ انداز جس کی شریعت میں سند نہ ہو، ہم اسے محبت رسول ﷺ کے نام سے تعبیر نہیں کرسکتے۔ گو بادی النظر میں وہ کاوش اور انداز کتنا ہی حسین اور پرکشش ہو۔ اللہ سعدی شیرازی کا بھلا کرے، کتنی پیاری بات کہہ گئے ہیں ؎

مپندار سعدی کہ راہ صفا
تواں رفت جز درپے مصطفیٰ

غرضیکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سچی محبت اور تعظیم و توقیر بلاشبہ فرض عین ہے اور آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی غیر مشروط پیروی اور فرمانبرداری نجات اخروی کے لیے شرط لازم ہے۔ اس کے بغیر نجات کی امید ایں خیال است و محال است۔

جواب ثانی وثالث: عوام الناس اور حکومت کا یہ اہتمام اور جشن مسنون ہے اور نہ ماثور بلکہ احداث فی الدین اور مداخلت فی الشرع اور دین کامل میں اضافے کے مترادف ہے، یعنی سراسر بدعت اور یار لوگوں کی معاشی مجبوری کا شاخسانہ اور کارستانی ہے جس کی شریعت میں قطعاً کوئی اصل موجود ہے اور نہ ضرورت۔ جیسا کہ یہ یوم میلاد خود صاحب میلاد، یعنی رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں قبل از بعثت مکی حیات میں چالیس دفعہ، بعد از بعثت مکی زندگی میں ۱۳ دفعہ اور بعد از ہجرت مدنی حیات میں ۱۰ دفعہ اور آپ ﷺ کی وفات حسرت آیات تک مجموعی طور پر یہ روز ۶۳ دفعہ آیا تھا۔ خلیفہ بلافصل حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل میں دوبار اور حضرت فاروق اعظم کی خلافت میں گیارہ بار گزرا۔ خلافت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں ۱۲ دفعہ اور خلافت علی رضی اللہ عنہ میں ۵ مرتبہ اور خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ میں ۲۰ مرتبہ یہ یوم میلاد جلوہ گر ہوا اور آخری صحابی حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہ لیثی کی وفات تک یہ دن ۱۶۳ بار جلوہ افروز ہوا اور امام ابوحنیفہ کی حیات میں ستر دفعہ اور ان کی وفات تک اس روز نے ۲۰۳ چکر لگائے۔ امام مالک کی حیات میں ۸۶ مرتبہ اور ان کی وفات تک اس دن کو ۲۳۲ مرتبہ آنا ہوا۔ حضرت امام شافعی کی حیات مستعار میں یہ دن چون بار اور وفات تک اس روز میمنت افروز نے ۲۵۷ چکر لگائے اور تبع تابعین کے آخری دور تک ۲۷۲ مرتبہ اس یوم میلاد کا ورود ہوا۔ اور اسی طرح امام اہل سنت امام احمد بن حنبل کی حیات میں ستتر دفعہ اور ان کی وفات تک اس روز نے ۲۹۴ پھیر لگائے۔ امیر المومنین فی الحدیث و رئیس الفقہاء امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ کی حیات میں ۶۲ دفعہ اور ان کی تاریخ وفات تک یہ روز ۳۰۹ دفعہ آیا۔

رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت اورظہور قدسی سے لے کر گرامی قدر خلفاء راشدین، تبع تابعین ائمہ مجتہدین اور مجتہد مطلق امام بخاری کی وفات تک سب کی حیات کے سنین کی الگ الگ اور مجموعی گنتی کے شمار اور اظہار سے ہمارا مقصود صرف آپ کو یہ حقیقت باور کرانا ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہوا کہ یہ دن آپ ﷺ حیات طیبہ میں صرف ایک آدھ بار آیا ہو اور آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کسی دوسری ہنگامی صورت حال میں مشغول ومصروف ہونے کی وجہ سے اس دن کے اہتمام اور اس کو عید کے طور پر منانے کی طرف دھیان نہ دے سکے ہوں۔ اور نہ ہمارے قابل فخر سلف صالحین اتنے کم کوش دون ہمت تھے کہ انھوں نے جان بوجھ کر اس دن میں کوئی دلچسپی نہ لے کر، معاذ اللہ، کسی سردمہری کا مظاہرہ کیا ہو۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اگر اس دن کی کوئی دینی اہمیت یا کوئی شرعی حیثیت ہوتی یا پھر عیدین کی طرح یہ دن بھی تیسری عید اور اسلامی تہوار ہوتا اور جشن کی صورت میں محبت رسول کی شہادت اور شناخت ہوتا تو ہمارے خلفاء راشدین، سلف صالحین اور فقہاء محدثین نہ صرف اس دن کو عید کی طرح ضرور مناتے بلکہ ہمارے لیے اس تیسری عید کے احکام، فضائل اور طریقہ کار بھی ضرور بیان فرماتے۔ مگر ایسی کوئی راہنمائی حدیث، سیرت اور فقہ کی کتابوں میں کہیں بھی منقول اور دستیاب نہیں۔

اس لیے ہم سنجیدگی سے کہتے ہیں اور ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ یہ نام نہاد عید میلاد اور اس کے تمام تکلّفات سراسر بدعت اور کامل ومکمل دین اسلام میں غیر ضروری اضافہ کی نامعقول اور مجرمانہ جسارت ہے کہ نہ تو خود صاحب میلاد (رسول اللہ ﷺ) نے، نہ خلفاء راشدین، تابعین اور نہ ائمہ مجتہدین نے اس یوم میلاد کو جشن اور عید قرار نہیں دیا، لہٰذا اب اس دن کو عید قرار دینا اور جشن منانا ایک ایسا فعل ہے جس کے بدعت ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اور کسی بڑے سے بڑے فقیہ یا امام کو دین میں معمولی اضافہ کرنے کا بھی حق حاصل نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے کوئی دینی امر ایسا نہیں چھوڑا جس کی آپ ﷺ نے ہر طرح سے اکمل اور اتم طور پر باحسن وجوہ تبلیغ نہ فرمائی ہو، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((ما تركت من شيء يقربكم إلى الجنة إلا وقد حدثتكم به، وما من يبعدكم عن النار إلا وقد حدثتكم به.)) (رواه الطبراني في المعجم الكبير: ٢/ ١٦٦ من حديث أبي ذرٍ بلفظ قريب منه ورواه الإمام الشافعي في الرسالة المطبوع بتحقيق أحمد شاكر من حديث المطلب بن حنطب، رقم: ٢٨٩، ص: ٩٢ - ١٠٢۔ كتاب علامة الإثبات والتفويض لرضاء بن نعسان يعطى، ص: ٥)

"میں نے کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو تم کو جنت کے قریب کرنے والی ہو مگر میں اس کو بیان کر چکا ہوں۔ اور اسی طرح ہر وہ چیز جو تم کو جہنم سے دور کرنے والی تھی میں اس کو بھی بتا چکا ہوں۔" (باقی آئندہ)



میر محمد اشرف (مسجد چینیاں والی کے متولی) وفات پا گئے

میر محمد اشرف صاحب ۲/جنوری ۲۰۱۲ء کو وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم جامع مسجد چینیاں والی رنگ محل لاہور کے متولی تھے۔ ان کی عمر ۸۵ برس تھی۔ مسجد کے معاملات اور مسجد سے محبت ان کی گھٹی میں پڑی تھی۔ بیماری کے باوجود صبح کی نماز باجماعت مسجد چینیاں والی میں ادا کرتے تھے۔ ان کی نماز جنازہ مفسر قرآن حضرت مولانا حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ نے پڑھائی۔ کثیر احباب جماعت، علمائے کرام واہل علاقہ نے جنازے میں بھرپور شرکت کی۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ (محمد سلیم چنیوٹی)

ابوفیصل آزاد الرحمانی کو صدمہ

محترم مولانا ابوفیصل آزاد الرحمانی استاذ ورئیس جامعہ دارالعلوم بلتستان، غواڑی بلتستان کی والدہ محترمہ ۳۰/جنوری ۲۰۱۲ء کو ۹۵ برس کی عمر میں وفات پاگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قارئین دعائے مغفرت فرمائیں۔ (عبدالرحمٰن عبداللہ، کریسی)

تحقیق وتدقیق

قسط نمبر ①

مسئلہ ایصالِ ثواب کا ایک تحقیقی جائزہ

ایصالِ ثواب کی جائز اور ناجائز صورتیں

حافظ صلاح الدین یوسف، مدیر شعبۂ تحقیق وتالیف، دارالسلام، لاہور

ایصال ثواب یا اہدائے ثواب کے مسئلے میں بالعموم لوگ افراط یا تفریط کا شکار ہیں۔ ایک گروہ تو مطلقاً ایصال ثواب کا قائل نہیں اور کچھ دوسرے لوگوں نے اسے بہت عام کر دیا ہے اور ہر طرح کی عبادات کا ثواب فوت شدگان کو پہنچانے کے قائل اور عامل ہیں۔ ہمارے نزدیک دونوں گروہوں کا موقف صحیح نہیں ہے۔

اس کی عدم مشروعیت کے قائل منکرین حدیث ہیں، وہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَاَنۡ لَّيۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى﴾ [النجم: ۳۹]

''انسان کو وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے کوشش کی ہوگی۔''

یہ نص قرآن ہے جس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو روز قیامت اسی عمل کی جزا ملے گی جو اس نے خود کیا ہوگا۔ اچھے عمل کی اچھی جزا اور برے عمل کی بری جزا۔ یہ نہیں ہوگا کہ برائیوں کے مرتکب شخص کی جزا، اس کے مرنے کے بعد، ایصال ثواب کی نیت سے کیے گئے عملوں سے تبدیل ہو جائے۔ قرآن کریم کی یہ آیت اور اس کا یہ مفہوم بالکل صحیح ہے۔ یہ مضمون قرآن کریم کی بعض اور آیات سے بھی ثابت ہے، جیسے فرمایا:

﴿وَلَا تَكۡسِبُ كُلُّ نَفۡسٍ اِلَّا عَلَيۡهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰى﴾ [الأنعام: ١٦٤]

''جس نے جو عمل کیا اس کا ذمے دار وہی ہے اور کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔''

اس کا مطلب یہی ہے کہ انسان جو کچھ کرے گا اس کا نتیجہ بھی وہی بھگتے گا، دوسرا کوئی شخص اس کو اس کے کیے دھرے سے بچا نہیں سکے گا۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿تِلۡكَ اُمَّةٌ قَدۡ خَلَتۡ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتۡ وَلَكُمۡ مَّا كَسَبۡتُمۡ﴾ [البقرة: ١٤١]

''یہ ایک گروہ تھا جو گزر گیا، اسی کے لیے ہے جو اس نے کمایا اور تمھارے لیے ہے جو تم نے کمایا۔''

یعنی قیامت کے دن ہر شخص کو اسی کا صلہ ملے گا جو اس نے دنیا میں کیا ہوگا، دوسرا کوئی اس میں شریک نہیں ہوگا۔ نیکیاں کی ہوں گی تو اس کا فائدہ کرنے والے ہی کو ملے گا، برائیاں کی ہوں گی تو اس کی سزا بھی وہی بھگتے گا۔

چوتھے مقام پر فرمایا:

﴿وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ فَلِاَنۡفُسِكُمۡ﴾ [البقرة: ۲۷۲]

''اور تم اپنے مال میں سے جو خرچ کرو، وہ تمھارے اپنے فائدے ہی کے لیے ہے۔''

سیاق کے اعتبار سے یہاں خیر کا لفظ عام نہیں ہے بلکہ مال کے لیے استعمال ہوا ہے۔ تاہم اس میں بھی عموم ہے، جو بھی اور جتنا بھی مال خرچ کرو گے، اس کا اجر بھی تمھیں ہی ملے گا، نیز اس میں حصر بھی ہے، یعنی اس کا سارا فائدہ تمھارے ہی لیے ہے، اس میں دوسرا کوئی شریک نہیں ہوگا۔

﴿اِنۡ اَحۡسَنۡتُمۡ اَحۡسَنۡتُمۡ لِاَنۡفُسِكُمۡ ۚ وَاِنۡ اَسَاۡتُمۡ فَلَهَا﴾ [بنی إسرائیل: ۷]

''اگر تم بھلائی کرو گے تو اپنے ہی نفس کے لیے کرو گے اور

اگر برائی کروگے تو (وہ بھی) اسی (تمھارے نفس) کے لیے ہوگی۔''

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا﴾

[الجاثية: ۱۵]

''جس نے نیک عمل کیا تو اس کا فائدہ اسی کو ہے اور جس نے برا کیا تو اس کا وبال اسی پر ہے۔''

قرآن کریم کی مذکورہ آیات سے واضح ہے کہ ہر شخص اپنے عمل کا ذمے دار ہے اور دنیا میں رہ کر، جو دارالعمل ہے، اس نے اچھا یا برا جو بھی عمل کیا ہوگا، آخرت میں، جو دارالجزاء ہے، اس کا صلہ پائے گا۔ اچھے عمل کا اچھا صلہ، برے عمل کا برا صلہ۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ انسان کے مرنے کے بعد جس نے اچھے عمل نہ کیے ہوں، اس کا نامۂ عمل سیئات کے بجائے حسنات میں بدل جائے، اپنے عملوں کی وجہ سے وہ مستحق عقاب ہو لیکن کسی دوسرے شخص کے عمل سے جو وہ اس کی طرف سے کرے تو وہ مستحق رحمت ومغفرت قرار پا جائے۔ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔

ایک مسلمہ اصول، قرآن کے عموم کی تخصیص احادیث سے صحیح ہے:

البتہ اہل سنت کا ایک متفقہ اصول ہے کہ احادیث رسول سے جس طرح قرآن کریم کے مجملات کی تفصیل کا علم ہوتا ہے اور وہ نہایت ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر قرآنی احکامات پر عمل کرنا ہی ممکن نہیں ہے۔ اسی طرح احادیث سے قرآن کریم کے عمومات کی تخصیص بھی ثابت ہے اور اس کو بھی ماننا از بس ضروری ہے، اس کو بھی مانے بغیر قرآن کو ماننا قرار نہیں دیا جائے گا۔ اس کی متعدد مثالیں ہیں، مثلاً: قرآن کریم میں زانی مرد وعورت کی سزا بیان کی گئی ہے:

﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾ [النور: ۲]

''زانیہ عورت اور زانی مرد، تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو تم سو سو کوڑے مارو۔''

قرآن میں زنا کی یہ سزا عام ہے، اس میں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کے درمیان کوئی تفریق نہیں کی گئی۔ اس حکمِ قرآنی کی رُو سے دونوں کی سزا ایک ہی ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرمان اور عمل سے قرآن کریم کے اس عام حکم میں یہ تخصیص فرما دی کہ یہ سزا صرف کنوارے زانیوں کے لیے ہے اور جو شادی شدہ مرد یا عورت زنا کا ارتکاب کرے گی تو اس کی سزا رجم (سنگساری) ہے۔ اس کی تفصیل کے لیے دیکھیے راقم کی کتاب ''حدِّ رجم کی شرعی حیثیت۔''

چنانچہ اس تخصیص پر ہی، جو حدیث رسول اور عمل رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے، امت مسلمہ کا ساڑھے چودہ سو سال سے اجماع و اتفاق ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس دیگر عموماتِ قرآنی کی تخصیصات ہیں، اہل سنت کے نزدیک وہ سب مُسلّمہ ہیں اور امت اسی کی روشنی میں قرآنی احکامات پر عمل کرتی ہے۔ اور اس سے انحراف کو، جو حدیث رسول کے انکار پر مبنی ہے، سراسر گمراہی قرار دیتی ہے۔ منکرینِ حدیث نے اسی تفریط کا مظاہرہ کرکے ایصالِ ثواب کا انکار کیا ہے۔ لیکن اہل سنت مذکورہ اصول کی روشنی میں ایصالِ ثواب کے قائل ہیں کیونکہ وہ حدیث کی حجیت اور اس کے ماخذِ شریعت ہونے کے قائل ہیں اور احادیث سے ایصالِ ثواب کا اثبات ہوتا ہے، گویا اس مسئلے میں بھی حدیث سے قرآن کے عموم کی تخصیص ہوگئی۔

کچھ اور قابل غور نکات:

لیکن اہل سنت کے بعض گروہوں نے اس میں ''افراط'' کا مظاہرہ کیا ہے جو اہل سنت کے مُسلّمہ اصول مذکورہ سے انحراف ہے۔ اصول کا تقاضا یہ ہے کہ ایصالِ ثواب کی جو جو صورتیں احادیثِ رسول سے ثابت ہیں، صرف ان کو تسلیم کیا جائے اور قرآن کے عموم کی تخصیص کو احادیث میں بیان کردہ صورتوں تک محدود رکھا جائے کیونکہ تخصیص کا یہ منصب اور اعزاز صرف رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہے کسی اور کو نہیں، علاوہ ازیں درج ذیل نکات بھی قابل غور ہیں:

۱: دین رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں مکمل ہوگیا جس کا اعلان بھی قرآن کریم میں فرما دیا گیا:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ﴾ [المائدة: ۳]

''آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی۔''

اس تکمیل دین کے بعد کسی کو اس میں اضافے اور شریعت سازی کی اجازت نہیں ہے۔

۲: جو کام خیر تھا، وہ ہمیں بتلا دیا گیا ہے اور یہ ہر رسول کا منصب رہا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ما بقي من شيء يقرب من الجنة ويباعد من النار إلا وقد بين لكم .)) (السلسلة الصحيحة للألباني، رقم الحديث: ١٨٠٣)

''جو عمل بھی جنت کے قریب اور جہنم سے دور کرنے والا ہے، وہ تمھارے لیے بیان کردیا گیا ہے۔''

ایک اور حدیث میں فرمایا جو اگرچہ مرسل حسن ہے لیکن شیخ البانی نے اسے بطور شاہد بیان کیا ہے:

((ما تركت شيئا مما أمركم الله به إلا قد أمرتكم به ، وما تركت شيئا مما نهاكم عنه إلا قد نهيتكم عنه .))

(السلسلة الصحيحة، تحت حديث: ١٨٠٣)

''اللہ نے جن باتوں کے کرنے کا تم کو حکم دیا ہے ان میں سے میں نے کوئی چیز نہیں چھوڑی ہے، وہ سب تمھارے سامنے بیان کردی ہیں۔ (اسی طرح) جن چیزوں سے اس نے تمھیں منع کیا ہے ان میں سے بھی کوئی چیز میں نے نہیں چھوڑی، ان سب سے میں نے تمھیں منع کردیا ہے۔''

ایک اور حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا:

((إنه لم يكن نبي قبلي إلا كان حقا عليه أن يدل أمته على خير ما يعلمه لهم وينذرهم شر ما يعلمه لهم .))

(صحيح مسلم، رقم الحديث: ١٨٤٤)

''مجھ سے پہلے جو بھی نبی ہوا ہے اس کے لیے ضروری تھا کہ وہ اپنی امت کو ہر بھلائی کی وہ بات بتلائے جس کا امت کے لیے بہتر ہونا اسے معلوم ہو اور ان چیزوں سے ان کو ڈرائے جن کا ان کے لیے برا ہونا اس کو معلوم ہو۔''

اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ خیر و شر کا یہ علم پیغمبر کو اللہ کی طرف سے عطا ہوتا ہے، نیز پیغمبر اس بات کا پابند ہوتا ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو آگاہ کے لیے جو کچھ بتلایا جائے وہ اپنی امت کو بتلادے، کوئی بات اپنے پاس نہ رکھے۔ قرآن کریم کی اس آیت کا، جو نبی ﷺ کی بابت ہے، یہی مطلب ہے:

﴿وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ﴾ [التكوير: ٢٤]

''وہ غیب کی باتوں پر بخیل نہیں ہے۔''

کیونکہ پیغمبر کو یہی حکم ہوتا ہے:

﴿بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ﴾ [المائدة: ٦٧]

''جو چیز آپ کے رب کی طرف سے آپ پر اتاری گئی ہے وہ (لوگوں تک) پہنچا دیجیے اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے حق رسالت ادا نہ کیا۔''

ان آیات و احادیث سے معلوم ہوا کہ خیر کی جو بات بھی تھی، اجر و ثواب کا جو کام بھی تھا رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو بتلا دیا۔ اور رسول کی ہر بات جس کا تعلق دین سے ہو، وحیِ الٰہی پر مبنی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جہاں یہ صفت ہے کہ وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے، وہاں اس کی یہ صفت بھی ہے کہ ذہول اور نسیان سے بھی وہ پاک ہے:

﴿وَ مَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾ [مريم: ٦٤]

''آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے۔''

گویا جو چیزیں ہمیں نہیں بتلائی گئیں یا جن پر اللہ کے رسول نے عمل نہیں کیا، اللہ کے علم اور مشیت ہی سے ایسا ہوا ہے۔ اب قیامت تک وہ متروکاتِ رسول اور از قسم عبادات مسکوت عنہ صورتیں دین کا حصہ یا اجر و ثواب والے کام نہیں ہوسکتے، وہ احداث فی الدین ہی کہلائیں گے جو خیر نہیں، شر ہیں۔ اجر و ثواب کے باعث نہیں، گناہ

اور اللہ کی ناراضی کا سبب ہیں اور نیکی وتقوی نہیں بلکہ اثم ومعصیت ہیں۔ فنعوذ باللّٰہ منھم.

ایصالِ ثواب کی جائز صورتیں:

یہ ایجادِ بندہ رسومات کیا ہیں جن پر دین کا ٹھپہ لگا دیا گیا ہے؟ اور جن کا تعلق ایصالِ ثواب کے مسئلے سے ہے، یہ تفصیل ہم بعد میں پیش کریں گے، اس سے پہلے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ایصالِ ثواب کی ان صورتوں کی تفصیل بیان کردیں جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں اور قرآن کے مذکورہ عموم کی مُخَصِّص ہیں اور جن پر اہل سنت کے تمام گروہوں کا مکمل اتفاق ہے، اس لیے کہ یہ سب قرآن کریم کے عموم کی احادیث سے تخصیص کے قائل ہیں۔ قرآن و حدیث دونوں کے مجموعے ہی سے دین مکمل ہوتا ہے۔ احادیث کونظر انداز کرکے محض قرآن کے عموم یا اجمال سے کسی مسئلے کا اثبات سراسر گمراہی ہے، اس لیے ہمیں دیکھنا ہوگا کہ قرآن کے زیر بحث عموم ﴿لَيْسَ لِلْاِنْسٰنِ اِلَّا مَا سَعٰى﴾ کو احادیث میں کس طرح مخصوص کیا گیا ہے۔ وہ مخصوص یا مستثنیٰ چیزیں یقیناً جائز اور مستحب بلکہ بعض حالات میں واجب ہوں گی۔

ا۔ میت کے لیے دعا واستغفار:

ان میں ایک دعا و استغفار ہے، یعنی فوت شدگان کے لیے مغفرت اور رفع درجات کی دعا والتجا کرنا۔ یہ احادیث سے بلکہ خود قرآن سے بھی ثابت ہے، قرآن کریم میں والدین کے لیے مغفرت و طلب رحمت کی دعا سکھلائی گئی ہے:

﴿رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا﴾ [بنی إسرائیل: ٢٤]

''اے اللہ! ان پر اس طرح رحمت فرما جیسے بچپن میں انھوں نے مجھے شفقت سے پالا۔''

یہ دعا صرف زندگی ہی کے لیے نہیں بلکہ جب تک انسان زندہ ہے اسے حکم ہے کہ وہ والدین کے لیے یہ دعا کرتا رہے۔ اب اگر دعا کا فائدہ ہی میت کو نہ ہوتو اس دعا کے کرنے کا کیا مطلب؟ اگر فوت شدگان کے لیے دعا کی افادیت ہی نہ ہوتو قرآن کریم کا یہ حکم (نعوذ باللہ) عبث فعل قرار پائے گا۔

اسی طرح عام مومنوں کے لیے مغفرت کی دعا کرنے کا حکم ہے:

﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ﴾

[الحشر: ١٠]

''اے اللہ! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جنھوں نے ایمان لانے میں ہم سے سبقت کی۔''

اس میں تمام مومنین سابقین آگئے، جس میں زندہ مردہ سب شامل ہیں حتی کہ صدیوں قبل کے فوت شدہ مسلمان بھی، ان سب کے لیے مغفرت کی دعا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عرش کے اٹھانے والے فرشتوں کی بابت فرمایا ہے کہ وہ اہل ایمان، ان کے آباء واجداد اور ان کی ازواج و ذریات کے لیے مغفرت و رحمت اور دخول جنت کی دعا کرتے ہیں۔ (المومن:۷)

فرشتوں کی یہ دعا صرف زندہ مسلمانوں ہی کے لیے نہیں ہے بلکہ ایمان پر مرنے والے سب مسلمانوں کے لیے بھی ہے۔

قرآن کریم کی مذکورہ اور دیگر بعض آیات سے واضح ہے کہ دعا کا فائدہ جس طرح زندہ کو پہنچتا ہے، اسی طرح مردہ کو بھی پہنچتا ہے، اسی لیے سب کے لیے بلا تخصیص دعا کرنے کا حکم ہے اور فرشتے بھی سب ہی کے لیے دعا کرتے ہیں، نہ کہ صرف زندوں کے لیے۔

اور حدیث میں بھی نبی ﷺ نے فوت شدگان کے لیے نہایت خلوص سے خود بھی دعائیں کی ہیں جو احادیث کی کتابوں میں موجود ہیں، مثلاً: آپ میت کے لیے نماز جنازہ میں یہ دعا پڑھتے:

((أللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه.))

اور دیگر دعائیں جو نماز جنازہ کی دعاؤں میں گذر چکی ہیں۔

اسی طرح دوسروں کو بھی میت کے لیے خلوص سے دعا کرنے کا حکم دیا ہے، فرمایا:

((إذا صليتم على الميت فأخلصوا له الدعاء.))

''جب تم میت کی نماز جنازہ پڑھوتو اس کے لیے خلوص سے دعا کرو۔''

نماز جنازہ بجائے خود میت کے لیے مغفرت ہی کی دعا ہے۔ جس کا اہتمام آپ ﷺ نے بھی کیا ہے اور امت کو بھی اس کی تلقین کی ہے۔

دفنانے کے بعد قبر پر دعا کرنا:

پھر دفنانے کے بعد نبی ﷺ نے قبر پر کھڑے ہوکر مغفرت اور میت کے لیے ثابت قدمی کی دعا کی ہے اور امت کو بھی حکم دیا:

((استغفروا لأخيكم واسئلوا له التثبيت فإنه الآن يسئل .))

(سنن أبي داود، رقم الحديث : ۳۲۲۱)

''اپنے بھائی کے لیے مغفرت اور ثابت قدمی کی دعا کرو، اس لیے کہ اب (قبر میں) اس سے سوال کیا جائے گا۔''

قبرستان جا کر جو دعا پڑھی جاتی ہے جس کے الفاظ نبی ﷺ نے بیان فرمائے ہیں (وہ زیارتِ قبور کے مسائل میں آگے بیان ہوگی) اس میں بھی اپنے اور فوت شدگان کے لیے مغفرت، سلامتی اور عافیت کی دعا ہے۔ اگر دعا کا فائدہ فوت شدہ لوگوں کو نہ ہوتا تو نبی ﷺ نہ خود یہ دعائیں پڑھتے اور نہ اپنی امت کو پڑھنے کی تلقین فرماتے۔ اور اسی طرح نماز جنازہ پڑھنا بھی غیر ضروری ہوتا۔

علاوہ ازیں شفاعت سے بھی مومنوں کو قیامت کے دن فائدہ ہوگا جو قرآن کریم سے ثابت ہے یہ بھی از قبیل دعا ہی ہے، اس لیے فوت شدگان کے لیے دعائے مغفرت ایک مفید عمل ہے۔

تاہم دعا کی قبولیت کے لیے ضروری ہے کہ دعا میں درج ذیل آداب وشرائط کو ملحوظ رکھا جائے:

- خلوص دل اور پوری توجہ اور نہایت الحاح وزاری سے دعا کی جائے۔
- دعا کرنے والے کا ذریعۂ آمدن حلال ہو، اس کی کمائی حرام کی نہ ہو۔
- دعا میں پہلے حمد وثنا اور درود شریف کا اہتمام کیا جائے، وغیرہ۔

(باقی آئندہ)

فتاویٰ محدث العصر سیّد محبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ

دارالافتاء جامعہ بحر العلوم السّلفیہ میر پور خاص سندھ کی کمیٹی اس وقت محدث العصر سیّد محبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کے فتاویٰ کو جمع وترتیب دے رہی ہے۔ ان شاء اللہ بہت جلد شائع ہونے کی امید ہے۔ اگر کسی بھائی کے پاس شاہ صاحب رحمہ اللہ کا کوئی فتویٰ ہو وہ جلد از جلد پہنچا کر شکریے کا موقع دیں۔ جزاکم اللہ خیراً

(مولانا) افتخار احمد الازہری، مدرس جامعہ بحر العلوم السّلفیہ، میر پور خاص (سندھ)۔فون: 0332-2819002

مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری حفظہ اللہ کا اظہار تعزیت

(۱) جماعت اہل حدیث کے بزرگ راہنما حضرت مولانا عبداللہ گورداسپوری حفظہ اللہ گزشتہ دنوں جامعہ محمدیہ اوکاڑا تشریف لے گئے۔ مفکر اسلام مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ کی وفات پر انھوں نے مرحوم کے بیٹوں سے تعزیت کا اظہار کیا اور مولانا مرحوم کی دینی، دنیاوی، مسلکی اور سماجی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ اور مرحوم کی مغفرت وبلندی درجات کے لیے دعائیں کیں۔

(محمد سہیل گورداسپوری)

(۲) ابوالاحتشام امیر حمزہ حماد طور (گوجرانوالہ) نے مولانا محمد اسماعیل اسد، مولانا معین الدین لکھوی، مولانا حافظ عبداللہ شیخوپوری کی بیوہ مرحومہ کے لیے گزشتہ دنوں ادارہ نصر الائمہ گوجرانوالہ کے دفتر میں ایک تعزیتی ریفرنس منعقد کیا۔ مرحومین کی خدمات کا تذکرہ کیا اور دعائے مغفرت کرائی۔ (ادارہ نصر الائمہ)

(۳) دارالحدیث راجووال ضلع اوکاڑا کے اساتذہ وطلباء کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس میں مولانا معین الدین لکھوی، مولانا محمد اسماعیل اسد ودیگر مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کی گئی۔ مولانا محمد یوسف حفظہ اللہ راجووال نے تعزیتی کلمات ادا فرمائے۔ (عنایت اللہ امین)

سیرت وسوانح

پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد شریف شاکر حفظہ اللہ

محمد رمضان یوسف سلفی، فیصل آباد

پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد شریف شاکر صاحب جماعت اہل حدیث کے سنجیدہ فکر محقق اور عالم دین ہیں۔ قرآن وسنت کی تعلیم کو اُجاگر کرنا اور احادیث رسول ﷺ کا دفاع ان کا مشن ہے۔ تحریر وتقریر کے ذریعے انھوں نے اس سلسلے میں قابل قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ آپ نے فکر محدثین کے دفاع میں خاصہ کام کیا ہے۔ ان کی انھی دینی مساعی کے باوصف ذیل کی سطور میں ان کا تعارف اور علمی خدمات کو بیان کیا جاتا ہے۔

مولد ومسکن اور حفظ قرآن کی سعادت:

حافظ محمد شریف شاکر صاحب کا تعلق موضع کوم ضلع لدھیانہ سے ہے۔ ان کے والد کا نام اللہ دین اور دادا کا اسم گرامی مولیٰ بخش ہے۔ شاکر صاحب نے دینی تعلیم کا آغاز اپنے گاؤں ۳۵۱ گ ب سے کیا۔ صوفی احمد کوموی رحمہ اللہ سے عربی قاعدہ پڑھا، اس کے بعد حافظ عبداللہ (نابینا) رحمہ اللہ سے باقاعدہ حفظ کرنا شروع کر دیا۔ چند ماہ بعد حافظ عبداللہ قریبی گاؤں ۲۹۳ گ ب شیروں چلے گئے تو شاکر صاحب وہیں ان کے ساتھ جا کر پڑھتے رہے۔ ابھی چند پارے ہی حفظ کیے تھے کہ مدرسہ عربیہ جامع مسجد صدر بازار ٹوبہ ٹیک سنگھ میں باقاعدہ داخلہ لے لیا اور وہاں قاری حبیب اللہ اور قاری عبدالغنی (نابینا) رحمہما اللہ سے انیس پارے تک پڑھا اور منزل بھی خوب یاد ہوگئی، پھر کچھ عرصے بعد حافظ عبداللہ رحمہ اللہ شاکر صاحب کے گاؤں ۳۵۱ گ ب میں واپس آگئے تو گاؤں کے بعض احباب کے مجبور کرنے پر شاکر صاحب دوبارہ اپنے گاؤں میں حافظ عبداللہ رحمہ اللہ کے پاس آگئے اور ان کے پاس رہ کر حفظ قرآن مکمل تو کیا لیکن ضبط پہلے جیسا نہ رہا۔ اس لیے تکمیل حفظ کے بعد اپنے گاؤں کے قریب ہی مدرسہ رحیمیہ چک نمبر ۳۳۵ گ ب میں حفظ پختہ کرنے کے لیے داخلہ لے لیا اور قرآن خوب یاد کر لیا۔

حفظ قرآن کے ان کے اساتذہ کرام میں صوفی احمد، حافظ عبداللہ، قاری حبیب اللہ، قاری عبدالغنی اور حافظ مختار احمد کے نام نمایاں ہیں۔

علوم اسلامیہ کی تحصیل:

قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد شاکر صاحب نے درس نظامی کی تعلیم شروع کی۔ سب سے پہلے آپ مدرسہ دارالحدیث محمدیہ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں داخل ہوئے اور دو سال میں مولانا عبدالشکور اثری سے ترجمہ قرآن، نخبۃ الاحادیث، کتاب الصرف وکتاب النحو پڑھیں۔ مولانا عبدالحمید مظفر گڑھی سے فارسی کی ابتدائی تین کتب کے علاوہ پند نامہ، نام حق اور کریما سعدی پڑھیں۔ وہاں شاکر صاحب کی کلاس کے پہلے ممتحن حافظ محمد محدث گوندلوی رحمہ اللہ تھے۔

اس کے بعد ۱۹۶۱ء میں آپ دارالعلوم چک ۴۹۳ گ ب اوڈاں والا، نزد ماموں کانجن میں آگئے۔ یہ مدرسہ ۱۹۳۲ء میں معروف اہل حدیث بزرگ حضرت صوفی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ نے جاری کیا تھا۔ اب یہ اوڈاں والا میں جامعہ تقویۃ الاسلام اور ماموں کانجن میں جامعہ تعلیم الاسلام کے نام سے جاری ہے۔ ان دنوں یہاں چھ سالہ نصاب پڑھایا جاتا تھا، حضرت صوفی صاحب نے شاکر صاحب کا انٹرویو لے کر دوسری کلاس میں داخلہ دیا۔ شاکر صاحب نے دارالعلوم اوڈاں والا میں چار سال تعلیم حاصل کی اور ۱۹۶۵ء میں سند فراغت حاصل کی۔ انھوں نے درس نظامی کی تکمیل میں جن اساتذہ کرام سے اکتساب علم کیا ان کے نام یہ ہیں: شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید ہزاروی مدظلہ العالی دوسری کلاس کو فصول اکبری، ہدایۃ النحو، شرح مائۃ

عامل، بلوغ المرام، ترجمہ قرآن اور گلستان سعدی پڑھاتے تھے۔ شاکر صاحب نے قراءۃ الرشیدہ (حصہ سوم وچہارم) مولانا عبدالرشید اٹاروی رحمہ اللہ سے پڑھی۔ مولانا حافظ بنیامین ہزاروی (برادرِ صغیر مولانا عبدالرشید ہزاروی) سے ریاض الصالحین پڑھی۔ شاکر صاحب دوسری کلاس کے اختتام پر رمضان المبارک سے پہلے ہی مولوی امیر خان دیوبندی سے تفسیر پڑھنے کے لیے سرگودھا چلے گئے لیکن وہاں پہنچ کر سب سے پہلے مولانا مفتی ابوالسلام محمد صدیق سرگودھوی رحمہ اللہ سے ملے۔ مولانا صدیق مرحوم مولانا حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ کے خاص شاگرد تھے اور موضع کوم ضلع لدھیانہ میں سید مولیٰ بخش کوموی کے پاس پڑھتے رہے تھے، رمضان المبارک کے بعد مولانا صدیق رحمہ اللہ سے مشکوٰۃ المصابیح کے چند اسباق اور مولانا بشیر احمد حسیم رحمہ اللہ سے تلخیص کے چند صفحات ہی پڑھے تھے کہ اپنے پہلے اُستاذ مولانا عبدالشکور اثری مدظلہ العالی کے ہاں چک ۲۹۵ بیریانوالہ (نزد ٹوبہ ٹیک سنگھ) چلے گئے اور اُن سے ترجمہ قرآن کریم اور مشکوٰۃ المصابیح وغیرہ کتب پڑھیں۔ وہیں مولانا محمد صدیق مظفر گڑھی رحمہ اللہ سے عقائد نسفی، اُصول الشاشی، مقامات حریری، کافیہ، قدوری اور منطق کی کتابیں شرح تہذیب اور مرقات پڑھیں۔ اور وہیں رہ کر ادیب عربی کا امتحان پاس کیا۔

اوڈاں والا میں دوبارہ داخلہ:

شاکر صاحب اوڈاں والا میں اپنے اساتذہ اور ہم جماعت طلبہ کو ملنے کے لیے گئے تو ہم جماعت طلبہ کی خواہش پر مولانا عبدالرشید راشد ہزاروی مدظلہ العالی سے دوبارہ داخلہ کی درخواست کی اور مولانا نے بخوشی اجازت دے دی، اس طرح شاکر صاحب نے دوبارہ مولانا راشد صاحب کی شاگردی اختیار کی اور تا فراغت (۱۹۶۵ء) یہیں رہے۔

اس تین سالہ دورانیے میں تین اساتذہ شیخ الحدیث مولانا محمد یعقوب ملہوی (متوفی ۱۶رنومبر ۱۹۸۱ء)، مولانا عبدالصمد رؤف رحمہ اللہ شیخ الادب اور مولانا عبدالرشید راشد ہزاروی مدظلہ العالی سے بھرپور علمی استفادہ کیا۔ شیخ الحدیث مولانا محمد یعقوب ملہوی رحمہ اللہ سے صحیح بخاری، تفسیر بیضاوی (تفسیر سورۃ البقرۃ)، سنن ابی داؤد، تفسیر جامع البیان، نور الانوار، الفیہ ابن مالک، ہدایہ اولین اور المطول پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ مولانا عبدالصمد رؤف رحمہ اللہ سے صحیح مسلم، موطأ، نسائی، حماسہ، متنبّی، محیط الدائرہ، ادب العربی اور محاضرات پڑھیں جبکہ مولانا راشد ہزاروی سے سیرت ابن ہشام، شرح وقایہ پڑھیں اور ترجمۃ القرآن اور مشکوٰۃ المصابیح کی تکمیل کی۔

عصری تعلیم:

پروفیسر محمد شریف شاکر صاحب نے ۱۹۶۴ء میں ادیب عربی اور ۱۹۶۸ء میں فاضل عربی کے امتحانات پاس کیے جبکہ عصری تعلیم کے حصول کے لیے ۱۹۷۱ء میں مڈل سٹینڈرڈ کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۷۲ء میں سرگودھا بورڈ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۷۱ء اور ۱۹۷۲ء میں نارمل سکول کمالیہ سے اوٹی کی ٹریننگ حاصل کی۔ ۱۹۷۷ء میں ایف اے کا امتحان پاس کیا، ۱۹۸۳ء میں وفاق المدارس السّلفیہ سے الشہادۃ العالمیۃ کی سند حاصل کی۔ ۱۹۸۵ء میں بی اے، ۱۹۸۸ء میں ایم اے اسلامیات اور ۱۹۸۹ء میں ایم اے عربی کے امتحانات پنجاب یونیورسٹی سے پاس کیے۔ ۱۹۹۰ء میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے تحت جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں تدریب المعلمین کورس میں شمولیت اختیار کی اور 88.88 فیصد نمبر حاصل کر کے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے سند ''الشہادۃ'' حاصل کی۔ ۱۹۹۳ء میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے ''کتب علل حدیث کا تقابلی جائزہ'' کے عنوان پر ایک تحقیقی مقالہ لکھ کر ایم فل کی ڈگری حاصل کی اور پھر اسی یونیورسٹی سے ''احادیث احکام میں تواترِ عملی کا تحقیقی مطالعہ (موطأ اور المدونہ کے حوالے سے)'' کے موضوع پر مقالہ لکھ کر ۲۰۰۶ء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔

پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد شریف شاکر صاحب درس وتدریس میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ ۱۹۶۶ء سے ۱۹۷۴ء تک آپ مختلف مدارس میں شعبہ تحفیظ القرآن اور شعبہ درس نظامی میں تدریسی فرائض انجام

دیتے رہے۔ ۱۵/مئی ۱۹۷۵ء سے آپ نے اوٹی ٹیچر کی حیثیت سے سرکاری ملازمت کا آغاز کیا۔ ۶/اکتوبر ۱۹۸۵ء سے بطور ایڈہاک لیکچرر گورنمنٹ اسلامیہ کالج نارووال میں تقرر ہوا۔ وہاں سے ۱۰/ستمبر ۱۹۸۶ء کو گورنمنٹ کالج فیصل آباد میں تبادلہ ہوگیا اور ۱۶/ دسمبر ۱۹۸۷ء کو پنجاب پبلک کمیشن کا امتحان پاس کر کے گورنمنٹ کمرشل ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ سمندری میں بطور انسٹرکٹر تقرر ہوا۔ اس کے بعد ۱۹۹۵ء میں پنجاب پبلک سروس کمیشن کا امتحان پاس کر کے جنرل ایجوکیشن میں اسسٹنٹ پروفیسر مقرر ہوئے اور ۳۰/دسمبر ۱۹۹۸ء کو پنجاب پبلک سروس کمیشن کا امتحان پاس کر کے بطور ایسوسی ایٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج فیصل آباد میں ان کی تعیناتی عمل میں آئی۔ اس وقت سے آپ گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد میں تحقیق و تدریس کا کام جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ایم اے اور ایم فل کی کلاسز کو عربی زبان وادب اور حدیث پڑھانے کی ذمہ داری آپ کو تفویض کی گئی۔

تلامذہ:

مدرسہ، سکول، کالج اور یونیورسٹی میں آپ سے پڑھنے والے شاگرد ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ ان میں سے چند معروف تلامذہ یہ ہیں: مولوی محمد افضل (فاضل مدینہ یونیورسٹی) مدرس جامعہ تعلیم الاسلام، ماموں کانجن)، انعام الواحد (انجینئر)، ڈاکٹر اکرام الواحد ایم بی بی ایس، ڈاکٹر عدالت خان ایم بی بی ایس، شیخ اعجاز احمد ایڈووکیٹ (سابق ایم پی اے، فیصل آباد)، خالد فہیم (ایڈووکیٹ)، حافظ اصغر (لیکچرر)، پروفیسر عبدالرزاق ساجد (لیکچرر، فاضل مدینہ یونیورسٹی)، مسز اسماء زبیر (لیکچرر)، مسز شازیہ عدنان (لیکچرر)، مسز صائمہ اشرف (لیکچرر)، مسز عابدہ حیات (اسسٹنٹ پروفیسر)، حافظ محمد اسحاق (مدرس جامعہ سلفیہ، فیصل آباد) اور مولانا محمد طاہر نقاش وغیرہم۔

تحریری خدمات:

پروفیسر شاکر صاحب بہت اچھے مصنف اور مقالہ نگار ہیں۔ ہفت روزہ الاعتصام لاہور، ہفت روزہ اہل حدیث لاہور اور دیگر رسائل میں شائع ہونے والے ان کے مقالوں کے چند عنوانات یہ ہیں: (۱) قسطنطنیہ پر حملہ آور ہونے والے پہلے لشکر کی قیادت۔ (۲) حدیث قسطنطنیہ اور یزید۔ (۳) قیام رمضان گیارہ رکعات کا ثبوت۔ (۴) امام ابوزرعہ رازی اور علل حدیث۔ (۵) سونے اور چاندی کا نصاب زکوٰۃ اور متجددین کے نقطہ نظر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ۔ (۶) امام دارقطنی کی علمی خدمات۔ (۷) امام ترمذی اور معرفت علل حدیث۔ (۸) خبر متواتر (جو بطور نصابِ حدیث یونٹ نمبر ۸ ''قواعد ومصطلحات حدیث'' کوڈ: ۴۵۵۵ یونٹ (I-9) برائے ایم اے (تخصص فی الحدیث) شعبہ حدیث وسیرت، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد میں ۲۰۰۱ء سے چھپ رہی ہے)۔ (۹) علم علل حدیث کا تعارف۔ (۱۰) موزوں پر مسح کرنے کا تواتر عملی سے ثبوت۔ (۱۱) حجیت خبر واحد۔ (۱۲) سجدہ اور جلسۂ استراحت میں فرق۔ (۱۳) رجم کا سنت متواترہ سے ثبوت۔ (۱۴) سفر وحضر میں دو نمازیں جمع کرنا سنت متواترہ ہے۔ (۱۵) تواتر عملی کی حیثیت۔ (۱۶) المدونۃ الکبریٰ اور اس کے مؤلفین کا تعارف۔ (۱۷) تدوین قرآن۔ (۱۸) ایک گواہ کے ہوتے ہوئے مدعی کی قسم کے ساتھ فیصلہ کرنے کا سنت صحیحہ سے ثبوت۔

(۱۹) ان مضامین کے علاوہ ادارہ تحقیقات اسلامی کے تحت بین الاقوامی اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں منعقدہ سیمینار بنام ''جنوبی ایشیا میں اسلامی قانون فکر اور ادارے'' میں شاکر صاحب نے ''فقہ اور اُصول فقہ میں برصغیر کے علمی ورثہ میں کتب اُصول فقہ اور حکمت تشریع کا حصہ'' کے عنوان پر ۳/اگست ۲۰۰۹ء کی شام چار بجے مقالہ پڑھا۔ اس وقت اسٹیج پر وزیر مذہبی اُمور جناب احمد سعید کاظمی صاحب بھی موجود تھے جبکہ اس نشست کے اسٹیج سیکرٹری پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمہ اللہ (توفی ۱۳/اکتوبر ۲۰۰۹ء) تھے۔ اس موقع پر پروفیسر حافظ محمد شریف شاکر صاحب کے مقالہ کو سامعین نے ازحد پسند کیا۔

علاوہ ازیں آپ کے درج ذیل مقالات مختلف جرائد میں طباعت کے لیے بھیجے ہوئے ہیں:

(۱) کیا صحیح مسلم کی حدیث معلول ہے؟ (''معارف اسلامی''، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔)

(۲) کیا سنت قرآن کی ناسخ ہوسکتی ہے؟ (ماہوار ''معارف'' دارالمصنّفین،شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، بھارت۔)

(۳) امام ابن ابی حاتم اور معرفت علل حدیث۔(سہ ماہی ''تحقیقات اسلامی''، علی گڑھ، بھارت۔)

(۴) معرفت علل حدیث میں امام دارقطنی کا مقام۔ (ششماہی ''الاضواء'' جامعہ پنجاب، لاہور۔)

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا حفظ وضبط اور فقہی بصیرت۔ (سہ ماہی ''فکر ونظر''، ادارہ تحقیقات اسلامی، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد۔)

(۶) اسلام کا نظریہ اجماع (آراء واقسام کا تاریخی، تحقیقی اور تنقیدی جائزہ)۔(ششماہی ''القلم'' جامعہ پنجاب، لاہور۔)

(۷) اسلام کا ماخذ اوّل ''القرآن''۔ (ششماہی ''علوم القرآن''، شبلی باغ، علی گڑھ، بھارت۔)

(۸) مزدلفہ ومنیٰ میں نماز کی ادائیگی کا طریقہ۔

(۹) معاشرتی امن میں حدِ سرقہ کا کردار۔

(۱۰) سنت اور اس کا دائرۂ کار۔

جیسا کہ گذشتہ سطور میں بیان کیا گیا ہے کہ پروفیسر حافظ محمد شریف شاکر صاحب کا وطنی تعلق موضع کوم ضلع لدھیانہ سے ہے۔ اس موضع کے ایک نہایت نیک اور مستجاب الدعوات بزرگ سید مولیٰ بخش کوموی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲؍مئی ۱۹۷۵ء) تھے جو ورع وعفاف، تقویٰ وصالحیت اور للٰہیت میں بلند مقام کے حامل تھے اور اُن کا حلقۂ ارادت بڑا وسیع تھا۔اور سید مرحوم موضع کوم میں تادیر شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے تھے۔

شادی خانہ آبادی اور اولاد واحفاد:

حافظ محمد شریف شاکر صاحب کا سید مولیٰ بخش کوموی سے عقیدت مندانہ تعلق تھا۔ آپ کے دو بڑے بھائی سید صاحب کے شاگرد تھے۔ شاکر صاحب کے والد اور دادا بھی سید صاحب کے گہرے عقیدت مند تھے۔اسی تعلق کی بنا پر سید مولیٰ بخش صاحب نے پروفیسر شاکر صاحب کے لیے شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ ویرووالوی رحمہ اللہ (متوفی ۲؍مئی ۱۹۹۱ء) سے ان کی بیٹی کا رشتہ طلب کیا۔ اس طرح شاکر صاحب کو شیخ الحدیث مولانا عبداللہ ویرووالوی مرحوم کی دامادی کا شرف حاصل ہوا۔

شاکر صاحب کی اولاد میں پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ بڑے بیٹے قاری محمد ابراہیم قرآن کے حافظ ہیں۔ انھوں نے شیخ القراء محمد ادریس عاصم حفظہ اللہ سے قراءت سبعہ وعشرہ کی تعلیم حاصل کی اور پندرہ سال سے تدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں۔

دوسرے بیٹے محمد طاہر ضیاء، ایم اے عربی، اسلامیات اور ایم فل علوم اسلامیہ ہیں اور فیصل آباد میں ایک انگلش میڈیم ادارے میں پڑھا رہے ہیں اور اسلامیات میں پی ایچ ڈی کر رہے ہیں۔

تیسرے بیٹے حافظ عطاء الرحمٰن عاصم خطابت وامامت کا فریضہ ادا کر رہے ہیں اور اپنا ذاتی کاروبار بھی کرتے ہیں۔

چوتھے بیٹے حافظ مسعود قاسم قرآن کے حافظ وقاری ہیں اور جامعہ سلفیہ فیصل آباد سے فارغ التحصیل ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ پنجاب یونیورسٹی سے ریگولر ایم اے انگلش کرنے کے بعد ایم اے اسلامیات، بی ایڈ اور ایم فل علوم اسلامیہ کرکے آج کل علوم اسلامیہ میں پی ایچ ڈی کر رہے ہیں۔ پنجاب پبلک سروس کمیشن سے اسسٹنٹ پروفیسر کا امتحان پاس کرکے مستقل طور پر فیصل آباد کے ایک کالج میں بطور اسسٹنٹ پروفیسر تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے کہ چند روز پہلے زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں ان کا مستقل تقرر ہوگیا ہے، اور یہاں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

پانچویں بیٹے حافظ صہیب طیب فیصل آباد کی پریس مارکیٹ میں اپنا ذاتی کاروبار کرتے ہیں۔

(باقی صفحہ نمبر ۲۵ پر)

اصلاحِ معاشرہ

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی علامت کیا ہے؟

عبدالقدوس، گوجرانوالہ

اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں سے ایک نعمت عقل ہے، اور جب اس کا صحیح استعمال کیا جائے تو یہ اللہ کا مزید احسان ہے کیونکہ اس کا صحیح استعمال دنیا اور آخرت میں کامیابی کا ضامن ہے۔

نسل انسانی میں سے جس نے بھی عقل کو دینِ اسلام کے مطابق کردیا وہ یقیناً ہدایت پا گیا اور جس نے دین حق کو سمجھنے کے لیے عقل کو ترجیح اور ماخذ شریعت کو ثانوی حیثیت دی وہ جادۂ حق سے ہٹ گیا۔ انسان کے سامنے عقل سنہرے تخیلاتی مناظر روشن کرتی ہے، اس لیے عقل کے گھوڑے کو بے لگام نہیں چھوڑنا چاہیے کیونکہ جب وہ سرپٹ دوڑتا ہے تو وہ ہمیں وادی صدق وصفا اور رشد و ہدایت سے خارزارِ کفرستان تک پہنچا دیتا ہے۔

لوگوں کی اکثریت یہ گمان کرتی ہے کہ گناہ سرزد ہو گیا تو کیا ہوا؟ زبان سے ''استغفر اللہ'' کہا اور گناہ کے اثرات زائل ہو گئے اور توبہ کا بھی حق ادا ہو گیا۔ ایسی سوچ رکھنے والے لوگ صرف ان آیات و احادیث پر تکیہ لگائے ہوئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی صفات غفور و رحیم جیسے الفاظ کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔ لیکن ان آیات و احادیث کی نصوص کو بھلا بیٹھتے ہیں جن میں اللہ کے عذابوں سے ڈرنے اور اس کی سخت ناراضی کا خیال کر کے گناہوں کو چھوڑ دینے کا حکم ہے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ اس کی بات کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جو شخص غور سے اس بات کو سمجھنا چاہے گا تو وہ ضرور جان لے گا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھنا بہترین عمل ہے کیونکہ اللہ رب العزت کے ساتھ حسن ظن ہی بندے کو اچھا عمل کرنے پر ابھارتا ہے کہ اللہ رب العزت مجھے اس عمل پر بہترین اجر عطا فرمائے گا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ انسان کا اللہ تبارک وتعالی کے متعلق اچھی امیدیں قائم کر کے اپنے نفس کو خواہشات کی پیروی میں لگا دینا اللہ کی جنت میں داخلے کا سبب ہوگا، یہ صرف بیوقوفی اور عبث سوچ ہے۔

جیسا کہ حدیث رسول ﷺ ہے شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الكيس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت، والعاجز من اتبع نفسه هواها، و تمنى على الله الأماني .)) (سنن ابن ماجه، رقم الحديث: ٤٢٦٠، جامع ترمذي، رقم الحديث: ٢٤٥٩، و قال: حديث حسن)

''دانشمند وہ ہے جو اپنا محاسبہ کرے اور موت کے بعد والی زندگی کے لیے عمل کرے۔ اور بیوقوف وہ ہے جو اپنے نفس کو اس کی خواہشات کے پیچھے لگا دے (جس طرح اللہ تعالیٰ کو معبودِ برحق ماننا چاہیے تھا وہ اپنی دلی خواہشات کو معبود بنا لیتا ہے اور اس کے مطابق اپنی زندگی بسر کرتا ہے) اور اللہ سے (رحم وکرم کی) لمبی لمبی امیدیں باندھ لیتا ہے۔''

المختصر یہ کہ اچھا گمان اسی وقت فائدہ دے گا جب ہم عذابات سے نجات حاصل کرنے کے لیے اسباب، یعنی نیک اور خوش کردینے والے اعمال مہیا کریں گے۔ اور یہ ناممکن ہے کہ ہم اپنے آپ کو ہلاکت خیز اعمال سے پراگندہ بھی رکھیں اور سمجھتے رہیں کہ ہمارا رب ہمارے گمان کے مطابق ہوگا۔ میں چونکہ اس کو غفور ورحیم سمجھتا ہوں تو وہ مجھ کو ضرور معاف کردے گا۔ ایسا سوچنا صرف سوچ کی حد تک تو

خوبصورت ہے حقیقت میں کچھ فائدہ نہیں دے گی۔''

مزید فرماتے ہیں:

''اکثر جاہل لوگ اللہ کی رحمت، اس کی معافی اور کرم نوازیوں پر اعتماد کر کے اللہ کے احکام، اوامر ونواہی سے اعراض کیے بیٹھے ہیں۔ اور شدید العقاب (دردناک عذاب دینے والا) کی صفت کو بھلا بیٹھے ہیں۔ اللہ مجرم قوموں سے عذاب اس وقت تک دور نہیں کیا کرتا جب تک سچے دل سے توبہ و استغفار نہ کیا جائے اور اس کے احکام کا خیال رکھے۔) اور جو بندہ اللہ کی طرف سے معافی کی امید کے ساتھ گناہ پر اصرار کیے ہوئے ہے گویا وہ بہت بڑا ہٹ دھرم ہے۔''

بھائیو! اہمارے معاشرے میں ایک ذہن اور بھی پایا جاتا ہے کہ لوگ دنیا کی کشادگی اور اس کی نعمتوں کا وافر حصہ مل جانے پر گمان کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ اللہ کی محبت کے بغیر نہیں مل سکتا۔ ہمارا کوئی نہ کوئی تو عمل ضرور ایسا ہوگا جس سے راضی ہو کر اللہ مجھے کو عطا کر رہا ہے۔ اور خیال کرتے ہیں کہ اگر دنیا میں اس قدر اچھی حالت ہے تو آخرت میں اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ افضل مقام عطا فرمائے گا۔ ایسا ذہن رکھنے والے شخص کو شیطان دھوکے میں ڈالے ہوئے ہے۔

امام احمد اپنی ''مسند'' میں عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إذا رأيت الله عزوجل يعطي العبد من الدنيا على معاصيه ما يحب، فإنما هو استدراج.))

''جب تُو دیکھے کہ اللہ عزوجل اپنے کسی بندے کو اس کی خواہش کے مطابق نافرمانیوں اور بغاوتوں کے باوجود نواز رہا ہے تو یہ استدراج ہے۔ (استدراج کا معنی یہ ہے کہ اللہ اس کو درجہ بہ درجہ، یعنی بتدریج ڈھیل دیتا رہتا ہے۔)''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دلیل کے طور پر یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ﴾ [الأنعام: ٤٤]

''پھر جب وہ اس کو بھول گئے جس کی انھیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے، یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں کے ساتھ خوش ہو گئے، جو انھیں دی گئی تھیں، ہم نے انھیں اچانک پکڑ لیا تو اچانک وہ نا امید تھے۔''

اللہ تعالیٰ مزید فرماتا ہے:

﴿فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۵ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ o وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ o كَلَّا﴾ [الفجر: ١٦، ١٧]

''پس لیکن انسان جب اس کا رب اسے آزمائے، پھر اسے عزت بخشے اور اسے نعمت دے تو کہتا ہے: میرے رب نے مجھے عزت بخشی اور لیکن جب وہ اسے آزمائے، پھر اس پر اس کا رزق تنگ کر دے تو کہتا ہے: میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا۔ ہرگز نہیں!''

مطلب یہ ہے کہ، نہیں ......!! جس کو میں نے رزق میں وسعت عطا کی ہے ضروری نہیں کہ میں اس سے راضی ہوں اور وہ پکا جنتی ہے۔ اور جس کے رزق میں میں نے تنگی کی ہے اس سے میں ناراض ہوں۔ بلکہ کسی کو میں نے نعمتیں دے کر آزمائش میں ڈالا ہوا ہے۔ اور کسی کو تنگ دستی کی آزمائش میں ڈال کر عزت دی ہے۔

امام احمد اور حاکم رحمہما اللہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إن الله يعطي الدنيا من يحب ومن لا يحب، ولا يعطي الإيمان إلا من يحب.))

(مسند أحمد: ١/ ٣٨٧، المستدرك: ١/ ٨٨)

''یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ اور ناپسندیدہ دونوں کو عطا

فرماتا ہے اور ایمان (کی دولت) صرف اس کو عطا فرماتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔''

مال و دولت کی فراوانی ہدایت کا پیش خیمہ نہیں ہوتی بلکہ ہدایت اطاعت خداوی اور اتباعِ رسول ﷺ کے ساتھ لازم وملزوم ہے۔ ہم یہ بات چند مثالوں کے ساتھ آپ کے سامنے رکھتے ہیں:

دیکھیے، اللہ کے نبی علیہ السلام نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ابوجہل دونوں کا نام لے کر اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی:

((اللهم أعز الإسلام بأحب هذين الرجلين إليك بأبي جهل أو بعمر بن الخطاب.))

(جامع ترمذي، رقم الحديث: ٣٦٨١)

''اے اللہ! اسلام کو دو شخصوں میں سے ایک کے ساتھ عزت اور سرفرازی عطا فرما: یا ابوجہل سے یا عمر بن خطاب سے۔''

تو اللہ تعالیٰ نے عمر بن خطاب کو اپنے دین کی مدد کے لیے پسند فرما لیا۔

بلاشبہ ابوجہل بھی بہت عقل والا سردار تھا۔ مال و دولت کی فراوانی بھی تھی۔ ان کے مقابلے میں سیدنا بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کو دیکھیے کہ وہ غلام تھے۔ اپنے جسم پر ظلم وتشدد کو برداشت کر کے اپنے ایمان پر قائم رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی قدر ان کو رفعتوں سے بھی نوازا۔ فتح مکہ کا موقع ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ بیت اللہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دو۔ یہ دیکھ کر مکہ کے تمام کفار کے دل جل بھن گئے کہ یہ غلام ہو کر ہمارے سروں پر کھڑا ہو گیا۔

پس مندرجہ بالا گزارشات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ دنیوی نعمتوں کی بدولت انسان نہ تو اپنے کو اللہ کا محبوب کہہ سکتا ہے اور نہ ہی یہ نعمتیں اس کا معیار ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے یہ سمجھ بیٹھے کہ اللہ اس پر بالکل راضی اور خوش ہے، اسی لیے تو اس نے مجھے اپنی نعمتوں کی دولت سے نوازا ہے۔

اللهم أرنا الحق حقا وارزقنا اتباعه، وأرنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه.



بقیہ: پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد شریف شاکر حفظہ اللہ

شاکر صاحب کی بڑی بیٹی قاری محمود احمد ایم اے (پنجاب یونیورسٹی) کے حبالہ عقد میں ہے۔ قاری محمود احمد جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ (سعودی عرب) سے فارغ التحصیل ہیں اور شیخ الحدیث مولانا عبداللہ محدث امرتسری ویرووالوی رحمہ اللہ کے پوتے ہیں۔ ان دنوں بلاتنخواہ کلیہ دارالقرآن والحدیث جناح کالونی فیصل آباد میں مدرس ہیں اور اپنا ذاتی وسیع کاروبار بھی کرتے ہیں۔

اولاد میں سے سب سے چھوٹی بیٹی قرآن کریم کی حافظہ اور ایم اے اسلامیات میں گولڈ میڈلسٹ ہے۔

شاکر صاحب کے پانچ پوتے اور چھ پوتیاں ہیں۔ ان کی تمام اولاد اپنی اپنی جگہ خوش وخرم زندگی گزار رہی ہے۔

پروفیسر حافظ شریف شاکر صاحب ۴۵ سال سے زائد تعلیم وتعلم سے منسلک رہ کر ۳۰ رنومبر ۲۰۱۰ء کو جی سی یونیورسٹی فیصل آباد سے ریٹائر ہوئے ہیں اور مستقبل میں وہ تصنیف وتالیف کے میدان میں مسلک اہل حدیث اور قرآن وسنت کی ترویج میں بلند ارادے رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کا حامی وناصر ہو۔



تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

حصولِ علم کے ذرائع

تالیف: اُمّ عمیر سلفی

ضخامت: ۲۵۶ صفحات

قیمت: ۲۵۰ روپے

ناشر: سلفی بک سنٹر گجر چوک، منظور کالونی، کراچی

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

عالم رنگ وبو میں آنے والا ہر انسان فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ ماحول کے سبب وہ چاہے یہودی بن جائے، عیسائی بن جائے یا کچھ اور بنتا پھرے لیکن علم ایک ایسی کسوٹی ہے جو ہر انسان کے لیے صحیح راہِ عمل متعین کرتا ہے۔ صحیح اور بہترین علم فقط اسلام ہی کے قاعدے وکلیے سے حاصل ہوسکتا ہے، جسے سمجھنا اور جاننا ہر مسلمان مرد وعورت کے لیے فرض قرار دیا گیا ہے۔

حصولِ علم کے ذرائع موجودہ دور میں بڑے وسیع وعریض ہو چکے ہیں۔ انٹرنیٹ کی سہولت سے ہمہ قسم کی معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں اور علم قرآن، علم حدیث، علم فقہ، علم منطق وغیرہ کی ہر بات اور ہر کتاب کا حوالہ چیک کیا جاسکتا ہے۔ صوتی ومعنوی اعتبار سے جو بھی مروّجہ علوم ہیں انھیں کمپیوٹر کی مدد سے سیکھا و پڑھا جاسکتا ہے۔

استاذ ایک ایسی ہستی ہے جس سے انسان علم حاصل کرتا ہے۔ علم وہی مفید وبہتر ہے جو با مقصد ہو۔ انسان کی راہنمائی کے لیے اللہ کریم نے انبیائے کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور انبیائے کرام علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ کے بندوں کی صحیح راہنمائی فرمائی اور اللہ کا دین انھیں سکھایا۔

محترمہ امّ عمیر سلفی ایک علمی خاندان کی معلّمہ خاتون ہیں۔ انھوں نے زیر تبصرہ کتاب کی ابتدا اپنے زمانہ طالب علمی سے فراغت کے بعد ایک مقالہ لکھ کر کی تھی۔ بعد ازاں اپنے شوہر نامدار محمد احسن سلفی اور اپنے اساتذہ کی زیرنگرانی مفید اضافوں کے ساتھ کتاب مرتب کر دی ہے۔ ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر، مولانا عبداللہ ناصر رحمانی حفظہما اللہ سمیت جید علمائے کرام کی تقریظات سے مزین کتاب لائق مطالعہ ہے۔ علم کی فضیلت، حصولِ علم کے لیے تگ ودو، صحیح اور غلط علم کی پہچان جیسے سوالات کا بہترین جواب اس کتاب میں موجود ہے۔ چھ فصول پر مشتمل یہ کتاب بہترین کاوش ہے۔ اللہ کریم مؤلفہ اور ناشر کو جزائے خیر سے نوازے، آمین۔

ہم میلاد کیوں نہیں مناتے؟

بجواب ہم میلاد کیوں مناتے ہیں؟

مصنف: ابوداود عبدالغفار محمدی

ضخامت: ۳۴۰ صفحات

قیمت: ۳۰۰ روپے

ناشر: محمدی اکیڈمی جامع مسجد محمدی اہل حدیث، خان بیلہ جلال پور پیروالا، ملتان۔

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

ربیع الاوّل کی آمد آمد ہے۔ اس مبارک مہینے میں ہمارے پیارے پیغمبر جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی پیدائش مبارک ہوئی اور اسی ماہ مقدس میں وفات بھی۔ نبی آخر الزمان علیہ التحیۃ والصلوٰۃ والسلام کی مبارک زندگی ہر کلمہ گو کے لیے عملی نمونہ ہی نہیں بلکہ اسوۂ حسنہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دین مکمل طور پر پورا ہو چکا اور اسی لیے نبوت

کا سلسلہ بھی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ مبارک پر ختم فرما دیا گیا، یعنی آپ ﷺ خاتم النّبیین ہیں۔ اسلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ آخری دین ہے اور امت محمد یہ تمام امتوں میں سے آخری امت ہے۔

زیر تبصرہ کتاب، جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے، میلاد نبی ﷺ منانے اور نہ منانے جیسے مسئلے اور دلائل پر مبنی ہے۔ کامل دین پر ایمان رکھنے والوں کے نزدیک میلاد نبی ﷺ منانا دین کامل کی نفی کے مترادف ہے جب کہ میلادِ نبی ﷺ منانے والے بھی اپنے دلائل سے لوگوں کو اس مسئلے سے آگاہ کرانا چاہتے ہیں۔

مذہبی امور کے مشہور سابق وزیر حامد سعید کاظمی کے والد مولانا احمد سعید کاظمی ملتانی اور ان کے ایک شاگرد سراج احمد، جو بریلوی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے ہیں، نے ایک رسالہ بنام ''ہم میلاد کیوں مناتے ہیں؟'' لکھا تھا۔ اس رسالے کے جواب میں حضرت مولانا ابوداود عبدالغفار محمدی حفظہ اللہ استاذ و مہتمم مدرسہ تعلیم القرآن والحدیث، جلال پور پیر والا، ضلع ملتان وخطیب مرکزی مسجد محمدی اہل حدیث، جلال پور پیر والا نے بڑے تحقیقی و مدلل انداز میں قلمی ردّ تحریر فرمایا ہے۔ اس کتاب میں اہل بدعت کے موقف کی تردید اور اہل حدیث کے موقف کی وضاحت بڑے واشگاف الفاظ میں سمجھی جاسکتی ہے۔

میلاد النبی ﷺ کا دن موجودہ دور میں ترقی کرتے کرتے کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا گیا۔ اب نوبت یہاں تک پہنچا دی گئی ہے کہ یہ دن ''جشن عید میلاد النبی'' کے طور پر منایا جانے لگا ہے۔ حالانکہ قرونِ اولیٰ میں، تابعین کے دور میں اور ائمہ اربعہ کی کتب فقہ میں اس کے مناظر کہیں نہیں ملتے۔ اس دن کو منانے کے انداز، طور طریقے ہر علاقے، ہر شہر، ہر بستی میں الگ الگ ہیں۔ یہ آخر بدعت ہی سمجھی جائے گی جس کے انداز نرالے ہیں۔ جبکہ طریقہ سنت ہر جگہ، ہر بستی، ہر شہر میں ایک طرح اور ایک طرز ہی کا ہوتا ہے۔ سنت کا انداز بین الاقوامی ہے جبکہ بدعت علاقائی سطح کی ہوتی ہے۔

مولانا محمد احسن سلفی صاحب (سلفی بک سنٹر، گجر چوک، کراچی) مبارک باد کے مستحق ہیں جنھوں نے یہ تحقیقی اور مدلل کتاب کی طباعت واشاعت میں بھرپور حصہ لیا۔ میلادیوں کی طرف سے تیزی سے پھیلائی جانے والی خرافات کے مقابلے میں دین اسلام کی حقیقی تعلیمات سے روشناس کرانا نہایت اہم ہے۔ اور بدعت کے سیلاب بلا کے آگے نورانی روشنی جو محض اسلام کی سچی تعلیمات ہی سے پھیلائی جاسکتی ہے وہ بہت ضروری ہے۔ شاید کہ کسی بدعتی کے آگے یہ روشنی کارگر ہوجائے اور وہ اسوۂ حسنہ والا طریقہ اپنا لے۔

کتاب میں جواب الجواب بڑا دلچسپ اور معلوماتی ہے۔ کتابت سے عمدہ طبع ومجلد ہے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد ضیاء الحق بھٹی حفظہ اللہ کا جان دار مقدمہ ہے۔ مولانا عبدالوکیل ناصر، حافظ محمد سلیم میمن، عبدالغفار حازم، حافظ عبدالمالک مجاہد، حافظ افضل ضیاء اور مولانا محمد داود شاکر حفظہم اللہ کی تقریظات وتاثرات سے مزین یہ کتاب مارکیٹ میں دستیاب ہے۔



حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب شرقپوری مرحوم کی بیوہ کا انتقال پر ملال

جماعت اہل حدیث کے عظیم مصلح ومبلغ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب شرق پوری رحمہ اللہ کی بیوہ محترمہ، حضرت مولانا حافظ مسعود عالم حفظہ اللہ، پروفیسر بزمی ایم اے اور حافظ حمود الرحمٰن صاحبان کی والدہ محترمہ ۲۰ رجنوری ۲۰۱۲ء بروز جمعرات لندن میں وفات پاگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ کی میت شرقپور لائی گئی اور ان کی نماز جنازہ محترم حافظ مسعود عالم حفظہ اللہ نے خود پڑھائی۔ نماز جنازہ میں کثیر علمائے کرام، شیوخ الحدیث، اساتذہ دینی مدارس اور طلباء نے شرکت کی۔ احباب جماعت سے درخواست ہے کہ مرحومہ کے لیے دعائے مغفرت فرمائیں۔ اللھم اغفرلھا وارحمھا وعافھا واعف عنھا۔ ادارہ الاعتصام مرحومہ کی وفات پر ان کے لواحقین کے غم میں شریک ہے اور دعائے مغفرت کرتا ہے۔ (ادارہ)

فہرست اردو کتب

محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری

دارالدعوۃ السّلفیہ، لاہور

۲۹۷ء۴۱ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی
۴۵۵ح ل حفظ الایمان عن الزیغ والطغیان، ص: ۱۲۸۔ انجمن ارشاد المسلمین، لاہور۔

۲۹۷ء۴۱ ابن تیمیہ
۱۲۳ع ل العقیدۃ الواسطیہ، ص: ۵۴۔ تاجران کتب و مالکان، دارالترجمۃ والاشاعۃ، کشمیری بازار، لاہور

۲۹۷ء۴۱ امام ابن تیمیہ
۱۲۳ت ل کتاب التوسل والوسلیۃ، ص: ۲۶۴۔

۲۹۷ء۴۱ ایم انوار الحق
۶۷س ل سب سے بڑا گناہ، ص: ۵۶۔ مکتبہ طارق اکیڈمی، ڈی گراؤنڈ، فیصل آباد۔

۲۹۷ء۴۱ امام احمد بن تیمیہ
۱۲۳م ل مسئلہ وسیلہ، ص: ۳۹۔ عبدالواحد، امین پور بازار، فیصل آباد۔

۲۹۷ء۴۱ مولانا قاری سیف اللہ قصوری
۱۲۳و ل وسیلہ کی شرعی حیثیت، ص: ۶۴۔ ساجد اسلامک ریسرچ سنٹر، قصور، پاکستان۔

۲۹۷ء۴۱ امام ناصر الدین البانی
۶۳۴و ل وسیلہ کے انواع واحکام، ص: ۲۰۰۔ طارق اکیڈمی، فیصل آباد۔

۲۹۷ء۴۱ امام ابن تیمیہ
۱۲۳ک ل کتاب الوسیلہ، ص: ۳۵۲۔ الہلال بک ایجنسی، فاروق گنج، لاہور۔

۲۹۷ء۴۱ حافظ محمد الیاس اثری
۱۹۹ک ل کتاب التوسل، ص: ۱۸۲۔ خدام المحدثین، جامع مسجد اہل حدیث، قبرستان روڈ، گوجرانوالہ۔

۲۹۷ء۴۱ امام ابن تیمیہ
۱۲۳و ل الوسیلہ، ص: ۲۶۶۔ ادارہ ترجمان السنہ، شیش محل روڈ، لاہور۔

۲۹۷ء۴۱ علامہ ناصر الدین البانی
۶۳۴و ل وسیلہ کے انواع واحکام، ص: ۲۰۰۔ طارق اکیڈمی، فیصل آباد۔

۲۹۷ء۴۱ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز
ب۱۸۲م مسلمان کا عقیدہ، ص: ۲۰۵۔ دارالداعی للنشر والتوزیع، ریاض۔

۲۹۷ء۴۱ بشیر انصاری ایم۔اے، حافظ محمد بلال حماد
ب۵۷ن نجات کا راستہ، ص: ۱۷۹۔ شاہین ایلومینیم انڈسٹریز، شیخوپورہ، گوجرانوالہ۔ حاجی عبدالقیوم شیخ، ماڈل ٹاؤن، گوجرانوالہ۔

۲۹۷ء۴۱ علامہ احمد بن حجر آل السّلفی (مجموعہ ۴ کتب)
ب۶۵ت التوحید، ص: ۱۲۲۔ ادارہ تبلیغ الاسلام اہل حدیث، جام پور۔
۲۔ کارِ خیر یا بدعت، مولانا سیّد فردوس شاہ، ص: ۲۷۔ مکتبہ نذیریہ، لاہور۔
۳۔ مسئلہ سماع موتی، ص: ۶۴۔ ادارہ تبلیغ الاسلام جمعیت اہل حدیث، جام پور، ضلع ڈیرہ غازی خان۔

۴۔ درسِ توحید، حافظ سراج صاحب، ص: ۵۶۔ انجمن خدام الاسلام، کراچی۔

۱۴۱ء۷ ۲۹۷ محمد عطاء اللہ بندیالوی

ب۲۴۷ک کلمہ اسلام کی تشریح وتفسیر، ص: ۹۰۔ مکتبہ توحید وسنت، سرگودھا۔

۱۴۱ء۷ ۲۹۷ بنت الاسلام

ب۱۴۱۷ز زندگی بے بندگی شرمندگی، حب الٰہی، ص: ۱۱۲۔ مکتبہ ادارہ بتول، سلطان احمد روڈ، لاہور۔

۱۴۱ء۷ ۲۹۷ الشیخ عبدالعزیز بن باز

ب۱۸۲ام صحیح اسلامی عقیدہ اوراس کے منافی امور، ص: ۷۰۔ وزارت اسلامی امور واوقاف، مملکت سعودی عرب

۱۴۱ء۷ ۲۹۷ بشیر احمد لودھی

ب۵۷ا اللہ اور ہم، ص: ۸۰۔ ڈاکٹر ایچ۔ ایم یوسف، تحصیل بازار، سیالکوٹ۔

۱۴۱ء۷ ۲۹۷ محمد بن سلیمان التمیمی

ت۸۵۴ا اصول دین، ص: ۴۰۔ ادارہ تبلیغ الاسلام اہل حدیث، جام پور، ضلع راجن پور۔

۱۴۱ء۷ ۲۹۷ محمد بن سلیمان التمیمی

ت۸۵۴م معرفت دین کے تین بنیادی اصول، ص: ۶۴۔ دارالسلام پبلشرز، الریاض، ہیوسٹن، لاہور۔

۱۴۱ء۷ ۲۹۷ محمد بن سلیمان التمیمی

ت۸۵۴د دین کے بنیادی اصول ومبادی، ص: ۴۶۔ المکتب التعاونی للدعوۃ والارشاد، بطحاء، ریاض۔

۱۴۱ء۷ ۲۹۷ ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری

ث۲۷ک کلمہ طیبہ، ص: ۳۰۔ انس اکیڈمی، لاہور۔

۱۴۱ء۷ ۲۹۷ مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری (مجموعہ ۵ کتب)

ث۲۷ک کلمہ طیبہ، ص: ۳۲۔ ادارۃ الاسلامیۃ، سمندری، لائل پور۔

۲۔ اثبات النبوۃ (تحقیق النبوۃ) مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، ص: ۱۱۲۔ اعلیٰ کتب خانہ، ناظم آبادی، کراچی۔

۳۔ تحقیق وحدۃ الوجود والشہود، ثناء الحق ایم۔ اے، ص: ۱۶۰۔ پاک اکیڈمی، وحید آباد، گولیمار، کراچی

۴۔ حسین بن منصور حلاج۔ سیّد سلیمان ندوی، ص: ۳۲۔ فاروقی کتب خانہ، ملتان۔

۵۔ قرآنِ حکیم اور تصوف مع تحقیق کشف المحجوب، مولوی محمد معراج الدین نقشبندی، ص: ۳۲۔

۱۴۱ء۷ ۲۹۷ مولانا ثناء اللہ، فاضل علوم عربیہ حکومت پاکستان

ث۲۷ص صحیح عقیدہ، ص: ۱۶۲۔ عنایت اللہ برادرز، سیالکوٹ روڈ، گوجرانوالہ۔

۱۴۱ء۷ ۲۹۷ میاں محمد جمیل ایم۔ اے

ج۵۷ت توحید کے فائدے، ص: ۱۸۔ تحریک عظمت توحید، کریم بلاک، اقبال ٹاؤن، لاہور۔

۱۴۱ء۷ ۲۹۷ مولانا محمد حنیف ندوی

ح۸۲۵س سرگزشت غزالی، ص: ۱۶۷۔ علم وعرفان پبلشرز، لاہور۔

۱۴۱ء۷ ۲۹۷ ابومحمد علی بن احمد بن حزم الاندلسی

ح۳۴۵م الملل والنحل، مجلد: ۳، میر محمد کتب خانہ، آرام باغ، کراچی۔

۱۴۱ء۷ ۲۹۷ الشیخ حسین آفندی الجسر الطرابلسی الشامی (مجموعہ ۳ کتب)

ح۵۱۱ت تزئین الکلام فی عقائد الاسلام، ص: ۱۴۴۔ منیجر اخبار وطن، لاہور۔

۲۔ قدیم مسیحیت، مولانا عبدالحلیم شرر، ص: ۶۸۔ مطبع مجتبائی، جدید دہلی۔

۳۔ رسالہ اسلام اور ویدک دھرم، مولوی عبدالرحمٰن

صاحب، ص:۷۲۔ دراسلامیہ سٹیم پریس، لاہور۔

۲۹۷ء۴۱ مولانا محمد حنیف ندوی

ح۸۲۵ا افکار غزالی (علم وعقائد)، ص: ۵۲۶۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور۔

۲۹۷ء۴۱ مولانا محمد حنیف صاحب ندوی

ح۸۲۵ع عقلیات ابن تیمیہ، ص: ۳۵۹۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور۔

۲۹۷ء۴۱ ابوخالد

خ۱۹ قرآنی درسِ توحید، خبردار ہوشیار رہو، ص: ۱۱۸۔

۲۹۷ء۴۱ مولانا ابوخالد صاحب کراچی

خ۱۹ق قرآنی درسِ توحید، ص: ۷۶۔ ادارہ تبلیغ جمعیت اہل حدیث، ضلع راجن پور۔

۲۹۷ء۴۱ مولانا خرم علی بلہوری (مجموعہ ۳ کتب)

خ۵۰ن نصیحۃ المسلمین، ص: ۹۵۔ المکتبۃ السّلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور۔

۲۔ تقویۃ الایمان، سیّد اسماعیل شہید، ص: ۹۴۔ مکتبہ السلام، وسن پورہ، لاہور۔

۳۔ البلاغ المبین فی احکام ربّ العالمین واتباع خاتمۃ النّبیین، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، ص: ۱۶۴۔ فاروقی کتب خانہ، لاہور۔

۲۹۷ء۴۱ حکیم محمد ابراہیم خلیل

خ۷۱ا الایمان، ص: ۲۰۸۔ ادارۃ احیاء السنہ، گرجاکھ، ضلع گوجرانوالہ۔

۲۹۷ء۴۱ مولانا خرم علی بلہوری

خ۵۰۱ن نصیحۃ المسلمین، ص: ۹۶۔ المکتبۃ السّلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور۔

۲۹۷ء۴۱ الشیخ بدیع الدین الراشدی السندھی

ر۲۸ت توحید ربانی، ص: ۳۴۶۔ المرکز الاسلامی للبحوث العلمی ءالمکتبۃ الراشدیہ، نیوسعید آباد، کراچی۔

۲۹۷ء۴۱ عبدالعزیز آل الشیخ

ر۱۱ح حقیقت شہادتین، ص: ۲۸۲۔ جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی، لجنۃ القارۃ الہندیہ۔

۲۹۷ء۴۱ مولانا رفیق احمد رئیس سلفی

ر۴۷ا اسلام کے بنیادی عقائد، ص: ۶۴۔ مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار، لاہور۔

۲۹۷ء۴۱ عبدالرؤف بن نعمت اللہ

ع۵۱د دلائل ہستی باری تعالیٰ، ص: ۷۲۔ عبدالرؤف صاحب رحمانی، مدرسہ بڑھنی بازار، ضلع بستی۔

۲۹۷ء۴۱ شیخ بدیع الدین شاہ راشدی

ر۲۸ا امام صحیح العقیدہ ہونا چاہیے، ص: ۳۱۔ المکتبۃ الظاہریۃ، لالہ زار کالونی، اوکاڑا۔

۲۹۷ء۴۱ عبدالسلام رحمانی

ر۵۱۴ا المنکرات فی العقائد والاعمال والعبادات، ص: ۱۶۰۔ مرکز توعیۃ الجالیات بالقصیم، عام ۱۴۱۸ھ، ۱۹۹۸م۔

۲۹۷ء۴۱ الشیخ محمد بن جمیل زینو

ز۲۹۷ج جنت کے وارث، ص: ۲۰۸۔ حدیبیہ پبلشرز، رحمان مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔

۲۹۷ء۴۱ محمد بن جمیل زینو

ز۲۹۷ا اسلامی عقیدہ کتاب وسنت کی روشنی میں، ص: ۱۲۷۔ دارالثقافۃ للطباعۃ، مکۃ المکرّمۃ۔

۲۹۷ء۴۱ شیخ محمد بن جمیل زینو

ز۲۹۷ا اسلامی عقیدہ، ص: ۴۸۔ مدرسہ تجوید القرآن للبنات، چوک برف خانہ، لاہور۔

۲۹۷ء۴۱ محمد بن جمیل زینو

ز۲۹۷ا اسلامی عقیدہ، ص: ۸۷۔ دارالاندلس، لاہور۔

۲۹۷ء۴۱ محمد بن جمیل زینو
ز۲۹۷خ خذ عقیدتک من الکتاب والسنۃ والصحیحۃ، ص: ۴۸۔ مع تحیات لجنۃ الملاقات العامہ، کویت۔
۲۹۷ء۴۱ محمد بن جمیل زینو
ز۲۹۷ا اصلاح عقیدہ، ص: ۵۵۔ جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی۔
۲۹۷ء۴۱ محمد بن جمیل زینو
ز۲۹۷و وحدہ لا شریک لہ، ص: ۳۷۔ ادارۃ اشاعت القرآن والسنۃ، ضلع دادو، سندھ، پاکستان۔
۲۹۷ء۴۱ محمد بن جمیل زینو
ز۲۹۷ہ ہمارا اصل عقیدہ، ص: ۸۰۔ ادارہ تبلیغ اسلام اہل حدیث، جام پور۔
۲۹۷ء۴۱ محمد بن جمیل زینو
ز۲۹۷م میں نے ہدایت کیسے پائی، ص: ۱۴۴۔ دارالتوحید، لاہور، پاکستان۔
۲۹۷ء۴۱ مولانا محمد فاخر زائر الہ آبادی
ز۲۱۹ر رسالہ نجاتیہ، ص: ۵۶۔ جمعیۃ اہل حدیث، لاہور۔
۲۹۷ء۴۱ حاجی محمد شریف
س۲۷۸ت تحفۃ، ص: ۳۲۔ ستارہ فونڈری اینڈ انجینئرنگ ورکس، ڈی-۸، سائٹ حیدرآباد، پاکستان۔
۲۹۷ء۴۱ مولانا حافظ سراج الدین صاحب
س۴۱د درسِ توحید، ص: ۶۴۔ انجمن خدام الاسلام، کراچی۔
۲۹۷ء۴۱ علامہ مفتی احمد الدین سیفی توگیروی
س۹۶ا انوار سلفیہ، ص: ۳۶۰۔ ادارہ سیفیہ، مسجد تالاب والی، لاہور۔
۲۹۷ء۴۱ علامہ حضرت شبلی نعمانی
ش۳۲۸ک الکلام، ص: ۳۰۲۔ مطبع معارف، اعظم گڑھ۔



عرضِ حال

بن گئے چور، راہنما صاحب!
اس سے آگے کہیں تو کیا صاحب!

خان زادوں کی مہربانی سے،
ناروا ہو گیا روا صاحب!

''کشتیاں یوں بھی ڈوب جاتی ہیں''
ناخداؤں سے کیا گلا صاحب؟

ظلم سہتے رہیں کہاں تک لوگ
کوئی حد ہے نہ انتہا صاحب!

میرے افکار میں ترازو ہے،
ایک ڈوبی ہوئی صدا صاحب!

کاروانوں کو راستہ دیں گے
ہم فقیروں کے نقش پا صاحب!

اتنی قربانیوں کے بعد ہمیں
سوچنا یہ ہے کیا ملا صاحب!

آپ کی خشمگیں نگاہوں کا
ہم سمجھتے ہیں مدعا صاحب!

گلستانوں سے قید خانوں تک
نہ ملا کوئی ہم نوا صاحب!

جب کبھی زخم پھول بنتے ہیں
مسکراتے ہیں آشنا صاحب

(شورش کاشمیری)